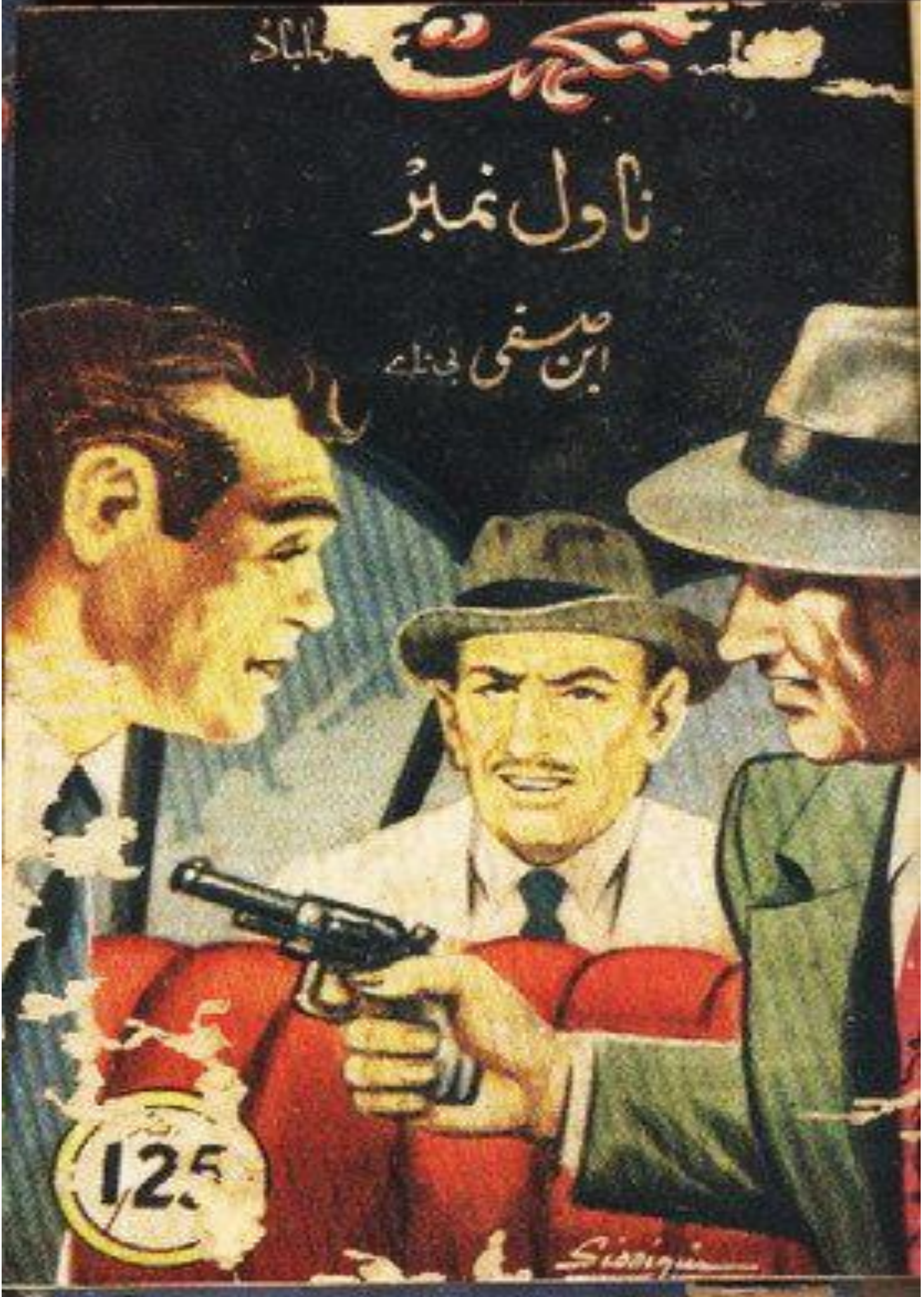
ناول نمبر
ابن صفی بی اے
125

فریدی اور لیونارڈ

جاسوسی دنیا سیریز نمبر ۵

ابنِ صفی

۱۹۵۲

پیش رس

جب بھی میں جاسوسی دنیا کا کوئی ابتدائی ناول دوبارہ چھاپنے لگتا ہوں تو بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں، لیکن یہ سوچ کر باز ہی رہنا پڑتا ہے کہ ایسا کرنے سے میرے پڑھنے والوں کو فریدی اور حمید کے کرداروں میں تدریجی ارتقاء کا اندازہ کرنا دشوار ہو جائے گا۔

ہو سکتا ہے کہ آپ آج کے مقابلے میں اِن دونوں کے کرداروں کو اس کتاب میں کچھ زیادہ اسمارٹ نہ پائیں، ان میں وہ رچاؤ نہ ملے جو آج ملتا ہے، لیکن یہ ناممکن ہے کہ آج کی جھلکیاں ان میں نہ ملیں، کیونکہ ماضی ہی سے مستقبل بنتا

ہے۔

غالباً ان دونوں کرداروں کی مقبولیت کی بھی یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہنی ارتقاء کے ساتھ ہی ساتھ ان میں تبدیلیاں ہوتی گئی ہیں۔

حمید صاحب کے متعلّق اب یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ سنجیدہ ہوتے جا رہے ہیں لیکن آپ آخر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ فریدی میں بھی تو بہتیری تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ حمید میں بہت زیادہ سنجیدگی آگئی ہے۔ وہ اب بھی عموماً غیر سنجیدہ ہی رہتا ہے۔ مگر اس کے مزاج میں اب پھکڑّ پن نہیں رہ گیا۔ اب وہ بہت جچی تُلی بات کہتا ہے اور موقع بے موقع ہنسانے کی بھی کوشش نہیں کرتا۔ پہلے صرف باتیں بناتا تھا اب کام بھی کرنے لگا ہے۔ بہر حال میں اسے کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ اب سنجیدہ ہو گیا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ فریدی کے تئیں سنجیدگی کا کیا معیار ہے۔ لیکن کیا حمید اس معیار پر پورا اترتا ہے؟

ابن صفی

ایک دلچسپ اطلاع

محکمہ سراغ رسانی کی پُر اسرار عمارت صُبح کی کہر میں ڈوبی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی۔ آج کئی دِن سے سردی شباب پر تھی۔ شمالی ہند میں یونہی سردیوں میں سخت سردی ہوتی ہے۔ لیکن اس دوران میں ژالہ باری ہو جانے کی وجہ سے سردی اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھی۔ محکمہ سُراغ رسانی کی عمارت کی دیواریں جو بڑے بڑے چوکور پتھرّوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی، اپنے استحکام کا اعلان کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ موسم کی شر انگیزیوں سے بے نیاز کہر کی گہری چادر پر طنزیہ ہنسی ہنستی ہوئی کہہ رہی ہوں کہ ہمیں کیا پرواہ ہے، ہم میں تو ایک

رخنہ بھی نہیں جس سے اس سردی کی ٹھنڈی لہریں ہمارے اندر پہنچ سکیں۔ ہمارے قلب میں ایسے ایسے راز دفن ہیں جن کی ہوا بھی دنیا کو نہیں لگی۔ دنیا کے سینکڑوں راز ہمارے سینے میں دفن ہونے کے لیے آتے ہیں اور ہم تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں کئی شاندار بنگلے کھڑے اپنے مکینوں کی بڑائی کی تفسیر بیان کر رہے تھے۔ انہیں بنگلوں میں سے ایک کے برآمدے میں ایک قبول صورت انگریز عورت کھڑی شاید کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے شب خوابی کے لباس پر اونی لبادہ پہن رکھا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار برآمدے میں لگے ہوئے کلاک کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ انگریز عورت بے تابی کے ساتھ برآمدے سے اتر کر آگے بڑھی۔

ایک ادھیڑ عمر کا توانا تندرست انگریز کار سے اُترا۔ اس نے آگے بڑھ کر عورت کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا۔

”اوہ جیکسن ڈارلنگ۔۔۔!“ وہ عورت انگریزی میں بولی۔ ”خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں پھر توانا و تندرست دیکھ رہی ہوں۔“

انگریز نے جھک کر عورت کی پیشانی چوم لی۔ پھر دونوں بنگلے میں داخل ہو گئے۔

یہ پی ایل جیکسن خفیہ پولیس کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ تقریباً دو ماہ سے ایک سخت تکلیف دہ مرض میں مبتلا تھا۔ اس کی زبان کی جڑ میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا جس کی وجہ سے وہ تقریباً گونگا ہو کر رہ گیا۔ کھانے پینے میں بھی دقّت محسوس ہوتی تھی، جب تک اس میں قوّت برداشت رہی وہ مرض کی طرف سے لاپروائی برتتا رہا تھا، لیکن جب تکلیف ناقابلِ برداشت ہو گئی تو اسے ہسپتال داخل ہونا پڑا۔۔۔ جہاں اُس کے پھوڑے کا آپریشن کر دیا گیا۔

آج دو ماہ بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو کر گھر واپس آیا تھا جو عورت اس کا انتظار کر رہی تھی اس کی بیوی تھی۔

اسی دِن دوپہر کی بات ہے کہ دفتر میں حمید فریدی کے کمرے میں ہنستا ہوا داخل

ہوا۔ فریدی اخبار دیکھنے میں مشغول تھا۔ اس نے چونک کر حمید کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”شاید آپریشن کے سلسلے میں مسٹر جیکسن کے دماغ کی بھی کوئی رگ کٹ گئی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”چپڑاسیوں سے لے کر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تک کو فرداً فرداً اپنے کمرے میں طلب کر چکے ہیں۔ اسٹاف کی حاضری کا رجسٹر سامنے کھلا رکھا ہے۔“

”کیوں۔۔۔؟“

”پتہ نہیں۔“ حمید نے مُسکرا کر کہا۔ ”آپ کو سلام دیا ہے۔“

”ہوں۔۔۔“ فریدی نے اُٹھ کر سگار کا جلا ہوا ٹکڑا ایش ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اخبار موڑ کر اس نے جیب میں رکھ لیا اور پنجوں کے بل چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ یہ اس کی عجیب وغریب عادت تھی کہ وہ دفتر میں عموماً پنجوں کے بل چلا

کرتا تھا۔ غالباً اس کا مقصد یہ تھا کہ جوتوں کی آواز سے کسی کے کام میں خلل نہ پڑے۔ وہ پردہ اٹھا کر مسٹر جیکسن کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

”ہیلو مسٹر فریدی۔۔۔ آپ اچھے تو ہیں؟“ سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا۔

”مہربانی۔“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ ”میں آپ کو آپ کی صحت یابی کی مبارکباد دیتا ہوں۔“

”شکریہ۔۔۔!“ جیکسن نے کہا۔ ”بیٹھیے۔“

فریدی بیٹھ گیا۔

”میں کیا بتاؤں کہ مجھے اپنے سٹاف سے کتنی محبّت ہے۔“ جیکسن مُسکرا کر بولا۔ ”میں نے آفس آ کر سب سے پہلا کام یہی کیا ہے کہ فرداً فرداً سب کو بلا کر ملاقات کی۔“

”ہم سب آپ کی محبّت کی قدر کرتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اُف۔۔۔اس دوران میں، میں نے کتنی تکلیف اٹھائی ہے۔“ جیکسن بولا۔

”تکلیف کی چیز ہی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں آپ کی آواز میں بڑی حد تک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔“

”ہاں بھئی۔۔۔ یہ آپریشن ہے ہی ایسی چیز گلے اور زبان کا آپریشن ہوا تھا۔ ایسی صورت میں آواز ہی قائم رہ گئی ہے۔ اس کو ہی غنیمت سمجھتا ہوں۔“

”واقعی خدا نے بڑا فضل کیا۔“ فریدی نے یہ جملہ یونہی رسماً بڑے جبر کے ساتھ ادا کیا۔ اُسے رسمی گفتگو سے سخت نفرت تھی۔ وہ ایک منہ پھٹ اور بے دھڑک حقیقت کا اظہار کر دینے والا آدمی تھا۔

”اِس وقت میں نے خاص طور پر ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنے کے لیے بلایا ہے۔“

”فرمایئے۔“

”کل رات ہسپتال میں مجھے انسپکٹر جنرل کی طرف سے ایک اطلاع ملی ہے، جو ہم

سب کے لیے انتہائی تشویش ناک ہے۔ تم نے یورپ کے مشہور بلیک میلر لیونارڈ کا نام ضرور سنا ہو گا۔ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت ہندوستان آیا ہے اور اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ہمارے ہی شہر میں قائم کیا ہے۔"

"خبر تو انتہائی دلچسپ ہے۔" فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے یہی اُمّید تھی کہ تم اس میں ضرور دلچسپی لو گے۔" جیکسن نے ہنس کر کہا۔ "تم تو ایسے موقعوں کی تلاش ہی میں رہا کرتے ہو۔ اب مجھے سو فیصدی یقین ہو گیا ہے کہ تم سچ مچ فنِ سُراغ رسانی کے دِلدادہ ہو۔"

"ہاں۔۔۔ وہ لیونارڈ۔۔۔!" فریدی نے جیکسن کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو لیونارڈ خوفناک شخص ہے۔ جس نے سارے یورپ کو ہلا رکھا تھا۔ حد یہ ہے کہ اسکاٹ لینڈ کے نامور سُراغ رساں بھی اسے نہ پکڑ سکے۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ایک بین الاقوامی بلیک میلر ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے گھرانے اس کے نام سے کانپتے ہیں۔ اس نے ایک بار اسکاٹ لینڈ

یارڈ کے نامور جاسوس پیٹرسن کی اچھی خاصی درگت بنائی تھی۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔ میں اسی لیونارڈ کی بات کر رہا ہوں۔" جیکسن نے کہا۔ "مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر وہ ہندوستان کیوں آیا ہے۔"

"یہاں کے راجوں اور نوّابوں کو بلیک میل کرنے کے لیے۔" فریدی نے کہا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا۔۔۔ کیا تم اُس کی موجودگی سے پہلے ہی واقف ہو۔"

"جی ہاں۔"

"وہ کس طرح۔۔۔!" جیکسن نے کہا۔

فریدی نے جیب سے اخبار نکال کر سپرنٹنڈنٹ کے سامنے میز پر پھیلا کر ایک اشتہار کی طرف اشارہ کیا۔

سپرنٹنڈنٹ پڑھنے لگا۔ "یہاں کا وہ نوّاب متوجّہ ہو، جو آج اسے تین سال قبل محض عیاشی کی غرض سے ایک معمولی سیاح کے بھیس میں انگلینڈ گیا تھا۔ وہاں

اُس نے ایک کسان کی حسین لڑکی پر ڈورے ڈالے تھے، لیکن اس طرح کامیاب نہ ہونے پر اُس سے شادی کر لی تھی۔ پھر کچھ دِن اُس کے ساتھ رہ کر وہ چُپکے سے ہندوستان واپس چلا آیا تھا۔ اُس نوّاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب اس کی ریاست کا ایک جائز وارث اور پیدا ہو گیا ہے۔ میرے پاس سارے ثبوت شادی کے سرٹیفکیٹ سمیت موجود ہیں، جن کی قیمت پچھتر لاکھ روپیہ ہے۔ اگر وہ نوّاب اُن ساری چیزوں کو حاصل کرنا چاہے تو اس اخبار کے ذریعے اپنی رضامندی ظاہر کر سکتا ہے، ورنہ یہ سارے ثبوت اس کے نئے وارث کے حق میں استعمال کیے جائیں گے۔"

"دیکھا آپ نے۔۔۔!" فریدی نے کہا۔

جیکسن نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"مگر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لیونارڈ کی حرکت ہے۔"

"میں تقریباً ایک ماہ سے اس قسم کے اشتہارات کے تراشے جمع کر رہا ہوں۔"

فریدی نے کہا۔ ”اور یہ سب یورپ ہی کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سے مجھے کوئی بھی اشتہار ایسا نظر نہیں آیا، جو کسی موٹی آسامی سے متعلّق نہ ہو۔“

جیکسن نے پھر سر ہلا دیا۔

”مسٹر فریدی۔“ جیکسن بولا۔ ”میں اسی لیے تمہاری قدر کرتا ہوں کہ تمہاری نظریں بہت تیز ہیں۔ میں نے ابھی تقریباً سارے آفیسروں سے اس معاملے کے متعلّق گفتگو کی ہے لیکن کسی نے بھی ان اشتہاروں کا حوالہ نہ دیا۔“

”ارے اس میں کون سی خاص بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”یہ تو ایسی چیز ہے جس نے معمولی سے معمولی دماغ والے آدمی کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا ہو گا۔“

”تم نے ابھی اس قسم کے اور اشتہاروں کا تذکرہ کیا تھا۔“ جیکسن نے کہا۔ ”کیا ان کے تراشے تمہارے پاس موجود ہیں۔“

”جی ہاں۔۔۔ دو تین یہیں آفس میں موجود ہیں۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھہریئے! میں ابھی آپ کو دکھاتا ہوں۔“

فریدی انگریزی اخبار کے دو تین تراشے اٹھالایا اور باری باری انہیں پڑھنے لگا۔

”وہ مہارانی صاحبہ متوجّہ ہوں، جو عیاشی کے لیے ہر سال پیرس جاتی ہیں۔ ان کے وہ خطوط میرے پاس موجود ہیں جو انہوں نے اپنے عاشقوں کو لکھے تھے۔ ان خطوط کی قیمت سولہ لاکھ روپیہ ہے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ خطوط شائع کر دیئے جائیں گے۔ سودا اسی اخبار کے ذریعے طے کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا اشتہار یہ ہے۔

وہ حسین و جمیل نوّاب زادی متوجّہ ہو، جو پچھلے سال اپنے ایک عاشق کو ساتھ لے کر سوئٹزر لینڈ گئی تھی۔ بظاہر وہ اس کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔ میرے پاس ان دونوں کی کچھ تصاویر ہیں، جن کا شائع کر دینا انتہائی دلچسپ ثابت ہو سکتا ہے۔ ان تصویروں کی قیمت بیس لاکھ روپیہ ہے۔ اس سلسلے میں اسی قیمت کے زیورات یا جواہرات قبول کیے جاسکتے ہیں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں یہ تصاویر چھپوا کر

مُفت تقسیم کر دی جائیں گی۔ اس اخبار کے ذریعہ رضامندی ظاہر کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کے اور بھی اشتہارات ہیں، لیجئے خود آپ ہی پڑھ لیجئے۔" فریدی نے تراشے جیکسن کی طرف بڑھا دیئے۔

"تعجّب ہے کہ پولیس ابھی تک اس کی طرف متوجّہ نہیں ہوئی۔" جیکسن نے کہا۔

"یہ تو کھلا ہوا جرم ہے۔ یہ اخبار گویا بلیک میلنگ کی ہمّت افزائی کر رہا ہے، اسے تو فوراً ضبط کر کے اس پر مقدمہ چلانا چاہیے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"لیونارڈ یا اس کے شریک کار معمولی آدمی نہیں ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے گرفت میں نہیں آسکتے۔" فریدی نے کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ذرا آج کے اخبار کا ایڈیٹوریل کا یہ حصّہ ملاحظہ فرمایئے۔" فریدی نے اخبار جیکسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ہم نے اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے ایسے اشتہارات کے نمونے چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جو یورپ میں بلیک میلنگ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ آج کے اخبار میں بھی آپ کو ایسا ہی اشتہار ملے گا۔ ہم آئندہ بھی آپ کو دلچسپی کے لیے ان کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

جیکسن پڑھ چکنے کے بعد فریدی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگا۔

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے آج تک کسی کا جواب بھی اخبار میں دیکھا یا نہیں۔" جیکسن نے کہا۔

"ایسی صورت میں جبکہ خود اخبار والے ملے ہوئے ہوں جواب شائع کرنے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا یہ وثوق سے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اخبار والے ملے ہوئے ہیں۔"

"ان خطوط کے بارے میں ایڈیٹوریل نوٹ پڑھ کر قطعی کہا جا سکتا ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر فریدی کہ تم باتوں کو بہت ہی گھما پھرا کر سوچنے

کے عادی ہو۔" جیکسن نے کہا۔ "بہت ممکن ہے کہ اس قسم کے خطوط دلچسپی ہی کے لیے شائع کیے جاتے ہوں۔"

"لیکن مجھے تو اس میں کوئی بھی دلچسپی کی بات نظر نہیں آتی۔" فریدی نے کہا۔ "اور اگر دلچسپی ہی کے لیے ان کا سلسلہ شروع کیا گیا ہوتا تو دو ایک اشتہارات کافی تھے یا پھر ہر اشتہار میں کوئی نئی بات ہونی چاہیے تھی۔ اب تک تقریباً پندرہ اشتہارات شائع ہو چکے ہیں، لیکن سب ایک جیسے۔ ہر ایک میں ایک نئے ڈھنگ سے روپیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔"

"خیر بھئی یہی ہو گا۔" جیکسن نے اُکتا کر کہا۔ "مجھے دراصل تمہیں یہ اطلاع دینی تھی کہ لیونارڈ کا پتہ لگانے کے لیے چھ جاسوسوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے، جس میں تمہارا نام ہے۔"

"تو کیا سب کو ایک ہی طریقہ کار پر عمل کرنا پڑے گا۔" فریدی نے پوچھا۔

"قطعی۔۔۔!" جیکسن نے میز پر جھکتے ہوئے کہا۔ "یہ لازمی ہے۔"

”لیکن میں اس کا عادی نہیں۔“

”مجبوری ہے۔ یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ تمہیں روزانہ رپورٹ دینی پڑے گی۔“

”آپ جانتے ہیں کہ میں اس پر کبھی کاربند نہیں رہا۔“ فریدی نے کہا۔

”اس بار تو تمہیں اس پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ احکامات اوپر سے آئے ہیں۔“ جیکسن بولا۔

”اور اگر میں انکار کر دوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا بچپنے کی باتیں کر رہے ہو۔“ جیکسن نے ترش روی سے کہا۔ ”یہاں رہ کر تمہیں احکامات کا پابند ہونا پڑے گا۔“

”اور اگر فرض کیجئے کہ میں استعفیٰ دے دوں تو۔“

”میں تمہیں اس کی رائے نہ دوں گا۔“ جیکسن نے لاپروائی سے کہا۔

”لیکن میں اپنے اصول کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔“

”آخر اس میں تمہارا نقصان ہی کیا ہے۔“ جیکسن جھنجھلا کر بولا۔ ”تمہارے جیسا ضدّی آدمی تو میری نظروں سے گزرا ہی نہیں مجھے ڈر ہے کہ تم کہیں اپنی جان نہ گنوا بیٹھو۔ اگر ہمیں تمہاری اسکیموں کی خبر نہ ہو گی تو ہم تمہاری حفاظت کیسے کریں گے۔“

”آپ کا فرمانا درست ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں اس محکمے میں روٹیوں کے لیے نہیں آیا۔ میرے خطر پسند طبیعت نے اسی پیشے میں تسکین کا سامان دیکھ کر مجھے اس طرف آنے پر مجبور کیا ہے۔ میرا اس کام میں دل ہی نہیں لگتا جس میں قدم قدم پر موت کا خطرہ ہو۔“

”ذاتی طور پر یہ چیز تمہارے لیے ٹھیک ہے لیکن محکمے کے حق میں نقصان دہ ہے۔“

”لیکن اس سے پہلے تو مجھے اس بات پر کبھی مجبور نہیں کیا گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”بھئی پہلے کی بات اور ہے۔ پہلے تمہارا تعلّق صرف مُجھ سے تھا لیکن اس بار براہ

راست انسپکٹر جنرل کا معاملہ ہے۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ ان کی ہدایات پر عمل کروں۔"

"آج شام تک بقیہ پانچ جاسوس بھی یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں کل اُن سے تمہارا تعارف کرادوں گا۔ یہ سب مختلف صوبوں کے بہترین دماغ ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد فریدی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

پُراسرار آدمی

مشہور اخبار نیو اسٹار کے دفتر کی عمارت برقی قمقموں کی روشنی میں نہائی ہوئی کھڑی تھی۔ رات کے تقریباً دس بجے ہوں گے۔ سردی کی زیادتی کی وجہ سے سڑکوں پر لوگوں کی آمدورفت کم ہوگئی تھی۔ رات کے سنّاٹے میں اخبار چھاپنے والی مشینوں کی گڑگڑاہٹ عجیب انتشار برپا کیے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ہی کبھی کبھی کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی فضا میں گونج اٹھتی تھیں۔

نیو اسٹار کے دفتر اور چھاپے خانے میں لوگ تندہی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ دفعتاً ایڈیٹر کے کمرے میں شور ہونے لگا۔ قریب کے لوگ اپنا کام

کاج چھوڑ کر کمرے کے دروازے پر اکٹھا ہو گئے۔

ایڈیٹر اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا مجمع سے کہہ رہا تھا۔ "جاؤ۔۔۔ تم لوگ یہاں کیوں اکٹھا ہو گئے۔ جاؤ۔۔۔ اپنا کام کرو۔"

لوگ آہستہ آہستہ اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ایڈیٹر کمرے میں لوٹ آیا۔ یہاں ایک آدمی آرام کرسی پر بیہوش پڑا تھا۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر اس کے کپڑوں کے بٹن کھول رہا تھا۔

"دوڑو۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔!" ایڈیٹر نے سب ایڈیٹر سے کہا۔ سب ایڈیٹر بیہوش آدمی کو اُسی حالت میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

ایڈیٹر نے بیٹھ کر ایک سگریٹ سلگایا اور ایک مضحکہ خیز مُسکراہٹ کے ساتھ بیہوش آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ بیہوش آدمی نے آرام کرسی پر بدستور لیٹے ہی لیٹے آدھی کھلی آنکھوں سے کمرے کا جائزہ لیا اور ایک ہاتھ السٹر کی اندرونی جیب میں ڈال کر نوٹوں کا ایک بنڈل نکالا اور فرش پر گرا دیا۔ ایڈیٹر نے جھک کر

بنڈل اٹھایا اور اپنے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد بیہوش آدمی کی کرسی سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ ِگرا۔ ایڈیٹر نے اسے بھی اٹھا کر میز کی دراز میں رکھ لیا۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آیا اور چِق اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ آس پاس کوئی موجود نہ تھا۔ وہ باہر نکل کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اسسٹنٹ ایڈیٹر ڈاکٹر کو لے کر آ گیا۔ اُن دونوں کے پیچھے ایک آدمی اور تھا۔ اُس نے اُن کے قریب پہنچ کر اپنی فلٹ ہیٹ اتاری اور اپنا ملاقاتی کارڈ گھبرائے ہوئے ایڈیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ایڈیٹر ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔ ”ڈاکٹر صاحب۔۔۔ ذرا دیکھ لیجئے۔ میں تو سخت پریشان ہوں۔ معلوم نہیں بیچارہ کس کام کے لیے آیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔“

”اچھا میں دیکھتا ہوں۔“ یہ کہہ کر ڈاکٹر اسسٹنٹ ایڈیٹر کے ساتھ کمرے میں چلا آیا۔ ڈاکٹر وہیں کھڑا آنے والے کے ملاقاتی کارڈ کو بغور دیکھ رہا تھا۔

”فریدی صاحب۔“ ایڈیٹر نے آنے والے کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”فرمایئے کیسے

تکلیف کی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "پہلے آپ اپنے مریض کو دیکھئے پھر بعد میں باتیں ہوتی رہیں گی۔"

ایڈیٹر کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔اُس کے پیچھے فریدی بھی۔

"کہیے ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے۔" ایڈیٹر نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ مجھے یہ بیہوشی بہت زیادہ تھکن کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ جلد ہی ہوش میں آجائیں گے۔"

فریدی نے بیہوش آدمی کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔

"تشریف رکھیے۔" ایڈیٹر نے فریدی سے کہا۔ اُس کے لہجے میں عجیب طرح کا اضطراب تھا۔ جسے خوف ہی کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔

فریدی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کمزور اعصاب کے لوگوں پر عموماً سردیوں میں اس قسم کے دورے پڑ جاتے ہیں۔“فریدی نے کہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔“فریدی نے کہا۔

”یہ ہیں کون صاحب۔“فریدی نے کہا۔

”معلوم نہیں۔“ ایڈیٹر نے کہا۔”انہوں نے چپڑاسی سے اپنا ملاقاتی کارڈ بھجوایا تھا۔۔۔ اس کے بعد خود اندر آئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ میں اور میرا اسسٹنٹ دونوں یہاں موجود تھے۔۔۔ ہم نے انہیں اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا اور اسسٹنٹ ڈاکٹر کو لینے چلا گیا۔“

فریدی نے میز پر سے اجنبی کا ملاقاتی کارڈ اٹھا کر دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا۔”پرنس عدنان آف عراق۔۔۔“!

فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔”میں صورت ہی دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ کوئی بڑا آدمی ہے۔“

”جی ہاں۔۔۔میری پریشانی کا باعث دراصل یہی چیز تھی۔“ ایڈیٹر سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔ ”لیجئے شوق فرمایئے۔“اُس نے سگریٹ کیس فریدی کی طرف بڑھایا۔

”جی شکریہ۔۔۔میں صرف سگار پیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”عجیب مصیبت ہے۔“ ایڈیٹر نے بیہوش آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر اس قسم کا خطرناک مرض لاحق ہوتا ہے تو یہ لوگ وقت بے وقت گھر ہی سے کیوں نکلتے ہیں۔“

تھوڑی دیر بعد اجنبی کو ہوش آگیا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور خفت آمیز مُسکراہٹ کے ساتھ انگریزی میں بولا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑی۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔“ ایڈیٹر نے مُسکرا کر کہا۔ ”فرمایئے کیسے تکلیف کی تھی۔“

”مجھے پانچ منٹ کی مہلت دیجیئے۔“ اجنبی بولا۔ ”مجھے سوچنا پڑے گا کہ میں کیوں

آیا تھا۔ اس قسم کے دوروں کے بعد عموماً میں تھوڑی دیر کے لیے اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہوں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی معنی خیز مُسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"جی ہاں۔۔۔ یورپ کے تقریباً ہر ملک میں مَیں نے اپنے اس مرض کا شافی علاج کرانا چاہا لیکن بیکار۔۔۔!" اجنبی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں آپ کے اس مرض کا خاطر خواہ علاج ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا۔

اجنبی اس کے جملے پر چونک پڑا۔

"جی ہاں۔۔۔!" وہ مُسکرا کر بولا۔ "میں نے بھی یہاں کے معالجوں کے طریقہ علاج کی بہت تعریف سُنی ہے۔"

"کہیے کچھ یاد آیا۔" ایڈیٹر نے ہنس کر کہا۔

”جی ہاں۔۔۔!“ اجنبی بولا۔ ”میں نے دراصل آپ کے اخبار میں ایک اشتہار دینے کے لیے آیا تھا۔“

”ہاں ہاں۔۔۔ شوق سے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔

”مجھے ایک ڈرائیور کی ضرورت ہے۔“

”اگر یہ بات ہے تو انگریزی اخبار آپ کے لیے بیکار ثابت ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیونکہ ہندوستان میں شاید ہی کوئی انگریزی پڑھا ہوا پیشہ ور ڈرائیور مل سکے۔“

”لیکن مجھے تو انگریزی ہی جاننے والا چاہئے کیونکہ میں ہندوستانی زبان نہیں سمجھ پاتا۔“ اجنبی نے کہا۔

”خیر کوشش کیجئے۔ شاید کوئی مل ہی جائے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ اپنا پتہ مجھے دے دیجئے۔۔۔ میں اشتہار شائع کر دوں گا۔“ ایڈیٹر نے اجنبی سے کہا۔

تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی گفتگو کرنے کے بعد اجنبی کھڑا ہو گیا۔ اُس نے وہاں سے بیٹھے ہوئے سب آدمیوں سے مصافحہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"ہاں تو فرمائیے۔۔۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" ایڈیٹر نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جناب پہلے یہ فرمائیے کہ کیا آپ کا کمرہ آسیب زدہ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔۔۔ کیا بات ہے۔" ایڈیٹر نے کہا۔

"مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے میں بھی تھوڑی دیر بعد بیہوش ہو جاؤں گا۔" فریدی نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے۔۔۔!" ایڈیٹر حیرت سے آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

"جی ہاں۔۔۔ ذرا جلدی سے۔۔۔ ڈاکٹر شائد ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہو گا۔" فریدی یہ کہتے کہتے کرسی پر ایک طرف لٹک گیا۔ اس کا بایاں ہاتھ زمین پر جھول رہا تھا۔

ایڈیٹر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اُسے آوازیں دے رہا تھا لیکن بے سود۔ فریدی بے ہوش ہو چکا تھا۔ بجائے اُس کے کہ وہ گھنٹی بجا کر کسی کو بلاتا خود باہر کی طرف بھاگا۔ شاید وہ ڈاکٹر کو بلانے جا رہا تھا۔ اُس نے اُسے عمارت کے پھاٹک پر ہی جا لیا۔

"ڈاکٹر۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔ فوراً واپس چلو۔۔۔ دوسرے صاحب بھی بیہوش ہو گئے۔"

☆☆☆☆☆

دوسرے دِن فریدی اور حمید میں گفتگو ہو رہی تھی۔ نیو اسٹار کا تازہ پرچہ میز پر کھلا ہوا پڑا تھا۔

"دیکھو آج اُن دلچسپ اشتہارات کا سلسلہ نہیں شائع ہوا۔" فریدی نے کہا۔

"ایڈیٹر نے معذرت بھی کی ہے۔" حمید بولا۔ "یہ دیکھئے لکھتا ہے ہمیں افسوس ہے کہ آج کی اشاعت میں اچانک مسودہ کھو جانے کی بناء پر بلیک میلنگ کا دلچسپ

اشتہار شائع نہ ہو سکا۔“

”یہ بات تو اس نے بالکل سچ لکھی ہے۔“ فریدی بولا۔ ”مسودہ سچ مچ کھو گیا تھا اور غالباً تم یہ جانتے ہو کہ آج کل شہر میں کھوئی ہوئی چیزیں میری جیب سے بر آمد ہوتی ہیں۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“ حمید نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یعنی یہ کہ وہ مسودہ اس وقت میری جیب میں موجود ہے۔“ فریدی نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔ ”پڑھو۔“

حمید پڑھنے لگا۔ ”لندن کی حسین رات کون بھول سکتا ہے۔ جب پرنس۔۔۔ نے اپنی کنواری چچازاد بہن کو ایک رات کے لیے اپنی بیوی بنایا تھا۔ لندن کے جیفرز ہوٹل کا کمرہ نمبر ۱۱۵ سہاگ رات کی رنگینیوں سے معمور تھا۔ پرنس کی چچازاد بہن دوسرے ہی دِن ہندوستان کے لیے روانہ ہو گئی۔ واپسی پر تین دِن کے اندر ہی اندر اُس نے ایک جاگیردار سے شادی کر لی۔ میرے پاس اس کا کافی ثبوت

موجود ہے کہ وہ جس بچے کی ماں بننے والی ہے وہ جاگیر دار کا نہیں ہے۔ میں اس پرنس اور اس کی چچا زاد بہن سے پندرہ لاکھ روپے کا مطالبہ کرتا ہوں، عدم ادائیگی کی صورت میں یہ راز اُس جاگیر دار کو بمعہ ثبوت بتایا جائے گا خط و کتابت اسی اخبار کی معرفت ہونی چاہیے۔"

"لیکن یہ آپ کو ملا کیسے۔" حمید نے کہا۔

فریدی نے اُس رات کے سارے حالات بتاتے ہوئے کہا۔ "میرے بیہوش ہوتے ہی ایڈیٹر گھبرا کر ڈاکٹر کو بلانے کے لیے کمرے سے باہر نکل گیا اور میں جلدی جلدی اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ سب سے پہلے میں نے میز کی درازوں کو کھولا۔ اتّفاق سے یہ کاغذ اوپر ہی رکھا ہوا مل گیا۔ اتنا کافی تھا۔ میں نے جلدی سے اُسے جیب میں ڈالا اور پھر بن کر لیٹ گیا۔ اس کاغذ پر دو آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں اور دوسرے نشانات کے بارے میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ لیکن مجھے جس پر شُبہ ہے اس کے پیچھے تمہیں لگانا چاہتا ہوں۔ تم بہ آسانی اس کی انگلیوں کے نشانات لے سکو گے۔"

”وہ کون ہے۔“حمید نے بے تابی سے پوچھا۔

”وہی شخص جو رات ایڈیٹر کے کمرے میں بیہوش ہو گیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔
”اس کے لیے تمہیں اس کا موٹر ڈرائیور بننا پڑے گا۔“

”میں سمجھ گیا۔۔۔ہاں تدبیر تو اچھی خاصی ہے۔“حمید بولا۔”لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ نے ہوش میں آنے کے بعد ایڈیٹر کو کیا بتایا تھا کہ آپ اس سے کیوں ملنے گئے تھے۔“

”ارے یہ بھی کوئی خاص بات ہے۔“ فریدی مُسکرا کر بولا۔”میں نے کل کی اشاعت کے ایک مضمون کے متعلّق اس سے گفتگو شروع کر دی تھی جو کچھ حکومت کی مخالفت میں تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ نیو اسٹار مجھے بہت پسند ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ حکومت اس پر کسی قسم کی پابندی لگا دے۔ لہٰذا اس قسم کے مضامین نہ چھاپے جائیں۔“

”بہت خوب۔۔۔!“حمید نے کہا۔”اور اس شخص کی اچانک بے ہوشی کے متعلّق

آپ کی کیارائے ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ شخص یہ اشتہار ایڈیٹر کو دینے کے لیے آیا ہو گا اور موقع نہ دیکھ کر اس نے یہ چال چلی۔ اسے بیہوش ہوتے دیکھ کر ایڈیٹر نے اپنے اسسٹنٹ کو ڈاکٹر کے لیے دوڑا دیا۔ اس نے اس دوران میں وہ اشتہار ایڈیٹر کو دیا ہو گا۔ جب وہ ہوش میں آیا اس وقت میں وہاں موجود تھا۔ میرے علاوہ ڈاکٹر بھی تھا۔ ہم لوگوں کی موجودگی میں اُس نے یہی ظاہر کرنا مناسب سمجھا کہ وہ ایک موٹر ڈرائیور کے لیے اخبار میں اشتہار دینا چاہتا ہے۔"

حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

"اس اخبار میں پرنس عدنان کی طرف سے ایک موٹر ڈرائیور کے لیے اشتہار شائع ہوا ہے۔ لیکن اب اسے دھوکا دینا مشکل ہو جائے گا۔" حمید نے کہا۔

"تم ٹھیک سمجھے! ایڈیٹر نے اسے رات ہی میں مطلع کر دیا ہو گا کہ مسودہ گم ہو گیا ہے اور وہ بھی سمجھ گیا ہو گا کہ یہ کام میرا ہی ہے۔ اس میں شُبہ نہیں کہ اب پرنس

عدنان کافی احتیاط سے کام لے گا۔"

"آپ یہ سب اتنے وثوق کے ساتھ کہہ رہے ہیں، جیسے آپ کو مکمل یقین ہو کہ پرنس عدنان ہی اصل مجرم ہے۔" حمید نے کہا۔

"اصل مجرم وہ نہیں بلکہ لیونارڈ ہے۔ وہ تو اس کا ایک ایجنٹ معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لیجئے یک نہ شد دو شد۔" حمید نے کہا۔ "میں پرنس عدنان ہی کو لیونارڈ سمجھ رہا تھا۔"

"تم غلط سمجھ رہے تھے۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "لیونارڈ انگریز ہے اور پرنس عدنان ہندوستانی۔"

"ہندوستانی یا عراقی۔۔۔؟" حمید نے کہا۔

"سو فیصدی ہندوستانی۔"

”وہ کیسے۔“

”پہلے تم اُسے ایک بار دیکھ آؤ۔۔۔ پھر بتاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں کس طرح جاؤں۔“ حمید نے کہا۔

”پیدل۔۔۔“!

”اونہہ! میرا یہ مطلب نہیں۔“ حمید نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔ ”میں اُس سے کس حیثیت سے ملوں۔“

”ایک ملازمت کے خواہاں موٹر ڈرائیور کی حیثیت سے۔“

”مگر وہ اب کافی ہوشیار ہو گیا ہو گا۔“

”تب تو مجھے اور بھی زیادہ آسانی ہو جائے گی۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیشہ یاد رکھو کہ مجرم اُس وقت بہت آسانی سے گرفت میں آجاتا ہے جب وہ حد سے زیادہ محتاط ہو جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہی ہوں کہ تمہارے جانے پر اُسے کسی طرح شُبہ ہو

جائے کہ مقامی جاسوس اس کے پیچھے لگے گئے ہیں۔"

حمید نے پھر معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔

"لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔" فریدی نے کہا۔ "اُس پر یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم انگریزی کافی جانتے ہو۔ گفتگو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کرنا۔ حتیٰ الامکان اس بات کی کوشش کرنا کہ اُسے شُبہ نہ ہونے پائے۔ اگر شُبہ ہو ہی گیا تو اس کی فکر نہیں، کیونکہ اس صورت میں بھی کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لوں گا۔"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا۔" حمید نے کہا۔ "اچھا تو میں کس طرح جاؤں۔۔۔ کیا بھیس بدلنے کی بھی ضرورت ہو گی۔"

"قطعی۔۔۔ بغیر بھیس بدلے اس کے سامنے جانا بھی مت۔ ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ آج تین بجے تم اس کے یہاں ضرور پہنچ جاؤ۔۔۔ اور وہاں میں ابھی تمہیں ایک تجربہ کار ملٹری ڈرائیور کا سر ٹیفکیٹ بھی دے دوں گا۔"

نوک جھونک

خفیہ پولیس کے دفتر میں مسٹر جیکسن کے کمرے میں ملک کے چھ سربراہ آور دو جاسوسوں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ فریدی کے علاوہ ہر ایک اپنی رپورٹ مسٹر جیکسن کے سامنے پیش کر چکا تھا۔

"کیوں مسٹر فریدی آپ کیا سوچ رہے ہیں۔" جیکسن نے کہا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک ایسے شخص کا پتہ لگانا کتنا دشوار ہے جسے آج تک کسی نے نہ دیکھا ہو۔ جس کی تصویر محکمہ سُراغ رسانی کے دفتر میں موجود نہ ہو۔

اسکاٹ لینڈ یارڈ والے محض اسی بنا پر اُسے پکڑ نہ سکے کہ اُن کے پاس نہ تو تصویر تھی اور نہ دوسرے ایسے نشانات جن سے وہ پکڑا جا سکے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں نااُمّید ہو جانا چاہیے۔" جیکسن نے کہا۔

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری گرفت میں آ ہی جائے، لیکن ایسے لوگوں کا پکڑا جانا محض اتّفاق پر مبنی ہوتا ہے۔ کسی خاص طریقہ کار پر عمل کر کے ایسوں کو گرفتار کر لینا قطعی ناممکن ہے۔"

"بہر حال اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔" جیکسن نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ تم نے اب تک کیا کِیا۔"

"میں نے آپ سے اپنے جس شُبہ کا اظہار کیا تھا اس کے تحت میں اخبار کے دفتر میں گیا تھا لیکن وہاں تحقیقات کرنے پر مجھے پتہ چلا کہ میں غلطی پر تھا۔ ایڈیٹر نے مجھے بتایا کہ وہ لوگوں کی دلچسپی کے لیے اسی قسم کے دوسرے سلسلے بھی شروع

کرنے والا ہے۔"

"وہ تو میں پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" مسٹر جیکسن نے مُسکرا کر کہا۔

"ارے پھر کہاں آپ کہاں میں۔" فریدی نے انتہائی خاکسارانہ انداز میں کہا۔

"آپ بہر حال ہم سب کے استاد ہیں۔"

جیکسن ہنسنے لگا۔

"تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔" جیکسن بولا۔

"میں کسی خاص لائن پر کام نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر ان جاسوسوں کے بنائے ہوئے پلان میں اُن کے شریک کار ہو جاؤ۔" جیکسن نے کہا۔

"میں اسے وقت برباد کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کہا۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" ایک جاسوس تیز لہجے میں بولا۔ بقیہ

جاسوسوں کے چہروں سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے فریدی کے اس جملے کا بُرا مانا ہے۔

”دیکھئے، جناب یہ شیر کا شکار تو ہے نہیں کہ آپ نے ہانکا کرا دیا اور اس کا انتظار کرنے لگے اور ابھی شیر خود بخود سامنے آ جائے گا۔“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔
”یہ ایک ایسے آدمی کا معاملہ ہے جسے آج تک کسی نے دیکھا ہی نہیں، اور پھر اس نے یہاں کوئی واردات بھی نہیں کی کہ اس کے سہارے کسی خاص نتیجے پر پہنچا جا سکے۔“

”تو اس کا صریحاً یہ مطلب ہے کہ اُسے گرفتار کیا ہی نہیں جا سکتا۔“ دوسرا جاسوس بولا۔

”تاوقتیکہ اس کا کچھ پتہ نشان نہ ملے۔ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”میرا تو خیال یہ ہے کہ جب تک وہ خود ہمارے سامنے آ کر یہ نہ کہہ دے کہ وہی لیونارڈ ہے اس کا پکڑا جانا محال ہے۔“ ایک جاسوس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بے شک حالات تو ایسے ہی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "اور پھر نہ گھوڑا دور نہ میدان، ہر ایک کے جوہر کھل جائیں گے۔"

"بھئی آخر اس نوک جھونک سے کیا فائدہ۔" جیکسن نے کہا۔

"بہر حال صاحب، ہم لوگوں نے جو پلان تیّار کیا ہے اسی کے مطابق کام کریں گے۔" ایک جاسوس بولا۔ "آپ کو اختیار ہے چاہے آپ ہمارا ساتھ دیں یا نہ دیں۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر معاملے میں میری رائے ٹھیک ہی اترے، لیکن ممکن ہے آپ کا بنایا ہوا پلان ہی مفید ثابت ہو۔ بہر حال مجھ سے آپ جس وقت جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" ایک بوڑھے جاسوس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں یہ جانتا ہوں کہ آپ لوگ یہ کام مل جل کر کریں۔" جیکسن نے کہا۔ "کیونکہ مقابلہ ایک انتہائی پُراسرار آدمی سے ہے۔"

”قریب قریب ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب مسٹر جیکسن کے کمرے سے اُٹھ کر چلے گئے۔ فریدی اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے انگلیوں کے وہ نشانات نکالے جو اُس نے اخبار کے دفتر سے چرائے ہوئے کاغذ پر سے حاصل کیے تھے۔ تھوڑی دیر تک انہیں بغور دیکھتا رہا پھر اُٹھ کر ریکارڈ روم میں چلا گیا۔ وہاں اس نے دو تین فائل نکالے اور انہیں الٹتا پلٹتا رہا۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔۔۔ فائل میں ایک جگہ کسی آدمی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ وہ اپنے حاصل کیے ہوئے نشانات سے اُن کا موازنہ کرنے لگا اور پھر ایک تصویر پر اس کی نظر پڑی۔ اچانک اس کی اونگھتی ہوئی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک پیدا ہو گئی۔ وہ دیر تک اس فائل کے کاغذات کو الٹتا پلٹتا رہا۔ اتنے میں کلاک نے چار بجائے اور اس نے فائل الماری میں رکھ دی اور اپنے کمرے میں آ کر گھر جانے کی تیّاری کرنے لگا۔

تقریباً آٹھ بجے رات کو حمید لوٹ آیا اور آتے ہی ایک صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

”خیریت۔۔۔!“ فریدی نے کہا۔

”میں نے یہ لفظ آج تک نہیں سنا۔“

فریدی سمجھ گیا کہ ضرور کوئی خاص بات ہوئی ہے۔

”کیوں بھئی۔۔۔! آخر اتنی بدحواسی کیوں۔“

”تھکا تھکا کر مار ڈالا حرام زادے نے۔“ حمید نے کہا۔ ”اور آخر بعد میں کہہ دیا تم اس کار کی حفاظت نہ کر سکو گے۔ کیونکہ تم ہمیشہ ملٹری لاریاں چِلّاتے رہے ہو۔“

”بہت خوب۔۔۔!“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ ”تو اس نے تمہارے سرٹیفکیٹ دیکھے تھے۔“

”جی ہاں۔۔۔ کافی دیر تک۔“ حمید بولا۔ ”اور پھر اُس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا ٹرائل لینا چاہتا ہوں۔۔۔ یہ کہ جو اُس نے مجھے اپنی کار میں جوتا ہے تو اب فرصت ملی ہے۔ کافی گھوم پھر لینے کے بعد اُس نے مجھے پانچ کا نوٹ ٹکایا اور ٹھنڈے ٹھڈے رخصت کر دیا۔“

"خیر کچھ پرواہ نہیں۔۔۔ میرا مقصد اتنے ہی میں حل ہو گیا۔" فریدی نے کہا۔ "لاؤ وہ سرٹیفکیٹ واپس کر دو۔"

"کیسے سرٹیفکیٹ۔۔۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ تو اُسی کے پاس رہ گئے۔"

"کیا کہا۔۔۔! اُس کے پاس رہ گئے۔ اُس کے پاس کیوں رہ گئے۔"

"تو کیا مجھے واپس لے لینا چاہیے تھے۔" حمید نے بھولے پن سے کہا۔

"عجیب گدھے آدمی ہو۔" فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہ قطعی ناممکن ہے۔" حمید نے کہا۔ "میں یا تو گدھا ہو سکتا ہوں یا آدمی۔ بیک وقت گدھا اور آدمی ہونا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ چاہے پھر نوکری رہے یا جائے۔"

"سیدھی طرح نکالتے ہو سرٹیفکیٹ یا دوں ایک گھونسا۔" فریدی نے کہا۔ "شوق سے دیجئے میں اُسے نہایت احتیاط سے اپنے بکس میں رکھ دوں گا۔"

”کیا بکواس ہے۔“

”حضور یہ بکواس نہیں فلسفہ ہے۔“

”جہنّم میں جاؤ تم اور تمہارا فلسفہ دونوں۔“ فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔ ”لاؤ۔۔۔لاؤ سرٹیفکیٹ لاؤ۔“

”لیجئے جناب۔۔۔ آخر اس قدر ناراض کیوں ہوتے ہیں۔“ حمید نے جیب سے سرٹیفکیٹ نکال کر فریدی کو دے دیا اور منہ پھُلائے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا۔

”عجیب گدھا ہے۔۔۔ نہ موقع دیکھتا ہے اور نہ وقت۔“ فریدی بڑبڑاتا ہوا عجائبات کے کمرے میں گھُس گیا۔

دلچسپ دھمکی

"کیوں بھئی تمہارا منہ سیدھا ہوا یا نہیں۔" فریدی نے حمید سے کہا جو ایک صوفے پر لیٹا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔

"تو میرا منہ ٹیڑھا کب تھا۔" حمید نے کتاب پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

"کتاب بند کرو۔"

"لیجئے۔۔۔!" حمید نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

”اگر میں لیٹے ہی لیٹے بیٹھا رہوں تو کیا ہرج ہے۔“

”اگر تم دو منٹ کے اندر سنجیدہ نہ ہوئے تو میں تمہارے دونوں کان اکھاڑ لوں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”ارے حضور! آپ میری ناک بھی اکھاڑ سکتے ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ کا ماتحت جو ٹھہرا۔“

”اچھا بکواس بند۔۔۔“!

”لیجئے۔۔۔بالکل بند۔“

”جانتے ہو میں نے سر ٹیفکیٹ میں کیا پایا۔“ فریدی نے کہا۔

”جی ہاں جانتا ہوں۔“

”کیا۔۔۔“

”سینما کے ٹکٹ۔۔۔!“ حمید نے مُسکرا کر کہا۔

”پھر وہی حرکت۔“

”کون سی۔“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

”تو اسی بات پر مجھے تین چار ماہ کی چھٹی دلوا دیجئے۔“

”اچھا۔۔۔!“ فریدی نے غصّے میں کہا اور پھر کمرے سے جانے لگا۔

حمید نے اٹھ کر اُسے پکڑ لیا۔

”آخر آج کل آپ اتنے چڑچڑے کیوں ہو گئے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”اس وقت ہٹ جاؤ۔۔۔ میں اب تھوڑی دیر بعد تم سے گفتگو کرنے کے قابل ہوں گا۔“

”اور اگر آپ تھوڑی دیر بعد بھی اس قابل نہ ہوئے تو؟“ حمید نے معصومیت سے کہا۔

”اوہ فریدی کے باپ! میں نے اُس سرٹیفکیٹ میں اپنی تصویر ایک بوڑھی عورت کے ساتھ بوس کنار کرتے ہوئے پائی ہے۔“ فریدی زور سے چیخا۔

”کیا مطلب۔۔۔!“ حمید نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

فریدی نے تہہ کیے ہوئے سرٹیفیکیٹوں کے درمیان میں سے ایک تصویر نکال کر حمید کی طرف بڑھادی۔ حمید دیکھ کر بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

”میں آپ کو اتنا بدذوق نہیں سمجھتا تھا۔“ حمید نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ ”یہ تو وہی مثل ہوئی۔۔۔ توبہ ٹوٹی بھی ٹوٹی ہوئے پیمانے سے۔“

”پھر وہی بکواس۔“ فریدی نے چیخ کر کہا۔ ”میں تمہیں اتنا بدتمیز نہیں سمجھتا تھا۔“ فریدی کو سچ مچ غصّہ آگیا تھا۔

”میں نے کیا بدتمیزی کی۔“ حمید نے سہم کر کہا۔

”یہ تصویر کہاں سے آئی۔“

”خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مجھے جس حالت میں اُس نے سرٹیفکیٹ دیئے میں نے جیب میں ڈال لیے تھے اور بالکل ویسے ہی آپ کو واپس کر دیئے تھے۔“

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”سمجھا۔۔۔!“ اس نے تھوڑی دیر بعد معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”کیا۔۔۔“!

”جانتے ہو یہ عورت کون ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں۔۔۔“!

”ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر رابرٹ کی بیوی۔“

”تو کیا واقعی آپ۔۔۔“!

”کیا فضول بکتے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر آخر۔۔۔“!

”یہ لیونارڈ کی طرف سے میرے لیے ایک خاموش دھمکی ہے۔“

”مگر یہ تصویر ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے نہیں۔“حمید نے کہا۔

”تمھیں اتنی ہی عقل ہوتی تو پھر رونا کس بات کا تھا۔“

”کچھ بتایئے بھی تو۔۔۔“!

”ارے میاں الگ فلموں پر دو تصویریں لے کر انہیں ملا دینا کوئی مشکل کام نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ بھئی مان گیا۔ واقعی لیونارڈ کو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔“حمید نے کہا۔

”میں نے تمھیں یہ سرٹیفکیٹ محض اس لیے دیئے تھے کہ ان کے ذریعہ میں پرنس عدنان کی انگلیوں کے نشانات حاصل کر سکوں گا۔ مگر بے سود، جو شخص اتنا عیّار ہو ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا۔“

"اوہ۔۔۔ ٹھیک یاد آیا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اُس نے سرٹیفکیٹ لیتے وقت دستانے پہن لیے تھے۔"

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا۔

"اُس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کا پیچھا کیا تو وہ اس قسم کی دوسری تصویر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک پہنچادے گا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" حمید نے کہا۔ "کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی بیوی سے آپ کی جان پہچان ہے۔"

"بالکل نہیں۔۔۔"!

"واقعی بہت بُرے پھنسے۔" حمید نے کہا۔

"اوہ۔۔۔ دیکھا جائے گا۔" فریدی نے بھنویں سکوڑ کر کہا۔ "اب سب سے پہلے پرنس عدنان کو ٹھکانے لگانا چاہیے۔"

”وہ کس طرح۔“

”ابھی میں اس کے متعلّق کوئی واضح اسکیم نہیں بنا سکا۔ لیکن یہ طے کر لیا ہے کہ اُسے کسی طرح جکڑ لوں۔“

”مگر یہ چیز خطرناک ہو گی۔“

”کیوں۔۔۔“!

”اس لیے کہ اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہ خود لیونارڈ نہیں تو آپ خطرے میں پڑ جائیں گے۔ لیونارڈ اس تصویر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حوالے کر دے گا۔“

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا۔

اجنبی حسینہ

رات انتہائی سرد تھی، آسمان میں سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔ ہوا تیز تھی۔ کبھی کبھی دل ہلا دینے والی گرج اور چمک سے بڑی بڑی عمارتوں میں ایک عجیب قسم کی جھنکار سی پیدا ہو جاتی تھی۔ ایک بج گیا تھا، لیکن فریدی ابھی تک اپنی خواب گاہ میں ٹہل ٹہل کر سگار پر سگار پھونک رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بارش ہونے لگی۔ فریدی نے کھڑکیاں بند کر دیں۔

ابھی وہ لیٹنے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھا ہی تھا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی بر آمدے میں گر پڑا ہو۔ وہ تیزی سے

برآمدے کی طرف لپکا۔ پورٹیکو میں اس کے کتے کھڑے بھونک رہے تھے۔ فریدی نے انہیں ڈانٹتے ہوئے برآمدے کی بجلی روشن کردی۔

"ارے۔۔۔!" وہ چونک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

برآمدے میں ایک عورت اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ اُس کی نفیس اور قیمتی ساڑھی پنڈلیوں تک سِرک آئی تھی۔ وہ ایک گرم اور خوشنما لبادے میں ملبوس تھی۔ کپڑے قریب قریب بالکل بھیگ گئے تھے۔

فریدی اس کے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ہمّت کرکے اُس نے اُسے سیدھا کیا۔ یہ ایک نوجوان عورت تھی۔ اس کی گھنی اور لانبی پلکیں غمازی کر رہی تھیں کہ اُن کی آغوش میں دو جھیل کی طرح اتھاہ گہرائیاں رکھنے والی خوبصورت آنکھیں سو رہی تھیں۔ سرخ و سفید چہرہ کسل مندی اور اضمحلال کی وجہ سے کچھ اور زیادہ حسین نظر آنے لگا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اُس کے حسین اور صحت مند جسم میں ہاتھ

لگاتے وقت فریدی جیسا خشک آدمی بھی ایک بار سر سے پیر تک کانپ اٹھا تھا۔

آخر وہ ہمّت کر کے اس بیہوش لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر اپنی خواب گاہ میں لے آیا اور پلنگ پر لٹادیا۔

اب وہ ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا تھا۔ اُس کے بھیگے ہوئے کپڑے کس طرح تبدیل کرائے۔ یہ مسئلہ انتہائی دشوار تھا۔ آخر اس نے اُسے جوں کا توں رہنے دیا۔ صرف اتنا کیا کہ اسے کمبلوں سے چاروں طرف سے ڈھک دیا اور سنٹرل ہیٹنگ سے کمرہ گرم کرنے کا انتظام کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ حمید کو بھی جگا دے۔ لیکن اس کی شوخ طبیعت اور غیر سنجیدگی کا خیال آتے ہی اس ارادے سے باز رہا۔ اُس نے اس کے جوتے اتار دیئے تھے اور اب اس کے سبک اور نازک پیروں کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گھنیری پلکوں کے نیچے آنکھوں میں خفیف سی جنبش ہوئی۔ فریدی اس پر جھک گیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آرہی تھی۔ آنکھیں ذرا سی

کھلیں اور پھر بند ہو گئیں۔ پھر اُس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔

”آپ اطمینان رکھئے۔ آپ قطعی محفوظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن میں کہاں ہوں۔“ لڑکی بولی۔

”گھبرائیے نہیں۔۔۔ آپ بُرے لوگوں میں نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

لڑکی سر جھکائے سوچنے لگی۔

”آپ ابھی لیٹی ہی رہیے تو بہتر ہے۔“ فریدی بولا۔

لڑکی اُسے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ اطمینان رکھیے آپ قطعی محفوظ ہیں۔“

فریدی نے اُسے پھر دلاسہ دیا۔ لڑکی پھر لیٹ گئی۔

”آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میں

آپ کے لیے زنانہ کپڑوں کا انتظام نہ کر سکوں گا۔ اگر آپ کچھ خیال نہ کریں تو اس وقت تک کے لیے مر دانہ ہی کپڑے پہن لیں جب تک کہ آپ کا لباس خشک نہ ہو جائے۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بھیگے کپڑے آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔۔۔ میرے خیال سے تو آپ کو اس میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔"

لڑکی بدستور خاموش رہی۔

جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں اُس کا شب خوابی کا لباس تھا۔

"لیجیے کپڑے بدل ڈالیے۔" فریدی نے کہا۔ "میں جب تک چائے کا انتظام کرتا ہوں۔"

"نہیں۔۔۔ آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" لڑکی جلدی سے بولی۔

”نہیں تکلیف کی کوئی بات نہیں، اس وقت چائے آپ کے لیے ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

لڑکی نے اٹھ کر اپنے بھیگے ہوئے کپڑے اتارے اور فریدی کے کپڑے پہن لیے۔ اُس ڈھیلے ڈھالے لباس میں وہ انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہونے لگی تھی۔ کپڑے تبدیل کر چکنے کے بعد اُس نے سنٹرل ہیٹنگ کا پلگ نکال دیا۔ پھر پلنگ پر اچھی طرح کمبل اوڑھ کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی کشتی میں چائے لے کر آ گیا۔ اُس نے اس وقت ملازموں کو جگانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اس لیے اُس نے چائے خود ہی بنالی تھی۔

”مجھے سخت شرمندگی ہے۔“ لڑکی بولی۔

”شرمندگی کس بات کی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”خواہ مخواہ آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔“ لڑکی بولی۔

”بھئی اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔“ فریدی نے اس کی طرف چائے کی پیالی

بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔۔۔!" لڑکی نے کہا۔ چائے لیتے وقت اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

فریدی ایک آرام کرسی پر لیٹ کر سگار سلگانے لگا۔

"سگار کے دھوئیں سے آپ کو تکلیف تو نہ ہو گی۔" فریدی نے کہا۔

"جی نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔" لڑکی مُسکرا کر بولی۔

"میرے خیال سے آپ ایک کپ اور پیجیے۔"

"جی نہیں بس۔۔۔ شکریہ۔"

"آپ تکلّف کر رہی ہیں۔" فریدی نے ہنس کر کہا اور اس کے کپ میں چائے انڈیلنے لگا۔

"تو آپ بھی پیجیے۔۔۔!" لڑکی نے کہا۔

"میرے لیے بالکل ناوقت ہو جائے گی۔" فریدی نے کہا۔

لڑکی چائے پی چکی تھی۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو۔

فریدی آنکھیں بند کیے ہوئے خاموشی سے سگار پی رہا تھا۔

"مگر۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔" لڑکی نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ابھی تک میرے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

فریدی آنکھیں کھول کر مُسکرایا۔

"اگر آپ ضروری سمجھیں گی تو خود بخود بتادیں گی۔" فریدی نے کہا۔

لڑکی اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"کیا یہ فریدی صاحب کا مکان نہیں ہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"سو فیصدی انہیں کا ہے۔" فریدی نے کہا اور سگار کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

"کیا فریدی صاحب اِس وقت موجود ہیں؟" لڑکی نے کہا۔

”جی ہاں۔“

”غالباً سو رہے ہوں گے۔۔۔“ لڑکی نے کہا۔ ”اگر انہیں اس وقت جگایا جائے تو وہ بُرا تو نہ مانیں گے۔“

”قطعی نہیں۔۔۔!“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ ”انہوں نے بالکل بُرا نہیں مانا۔“

”تو کیا آپ نے انہیں میرے متعلّق بتا دیا ہے۔“ لڑکی بولی۔

”بتانا کیسا۔۔۔وہ دیر سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو کیا وہ قریب ہی کے کمرے میں ہیں۔“ لڑکی بے تابی سے بولی۔ ”خُدارا مجھے اُن کے پاس لے چلیے۔“

”آخر کیوں۔۔۔؟“

”یہ میں انہیں ہی بتاؤں گی۔“ لڑکی نے کہا۔ ”معاف کیجئے گا۔۔۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔“

”تو بیان کرنا شروع کر دیجئے۔“

”میں نے عرض کیا نا کہ میں یہ بات صرف انہیں کو بتا سکتی ہوں۔“ لڑکی نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”بُرا ماننے کی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں آپ سے کب کہتا ہوں کہ آپ کسی دوسرے کو بتائیں۔“

”تو کیا۔۔۔ تو کیا۔۔۔ آپ ہی فریدی صاحب ہیں۔“

”جی۔“

”اوہ۔۔۔ تب معاف کیجئے گا۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں آپ کو بوڑھا سمجھتی تھی۔“

”آپ اب بھی مجھے بوڑھا ہی سمجھئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

لڑکی کچھ سوچنے لگی۔ اس کا چہرہ بار بار شرم سے سُرخ ہو جاتا تھا۔ فریدی نے اس کے چہرے کی تبدیلیوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں دراصل اس لیے حاضر ہوئی۔۔۔!" لڑکی اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔ شرم سے اس کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا۔

"کہیے کہیے۔۔۔ میرا سینہ رازوں کا مقبرہ ہے۔ آپ اطمینان رکھیے۔" فریدی نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کہوں۔" لڑکی نے کہا۔

"یہ تو ذرا مشکل چیز ہے۔۔۔ بھلا میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ آپ کیسے کہیں۔"

لڑکی پھر سوچنے لگی۔

"آپ میرے اوپر پورا پورا اعتماد کر سکتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

لڑکی اس کی طرف بغور دیکھنے لگی۔

”آپ۔۔۔روزنامہ اسٹار پڑھتے ہیں۔“لڑکی اچانک بولی۔

فریدی چونک پڑا، لیکن اُس نے فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کچھ ایسا انداز اختیار کر لیا جیسے اس نے کوئی خاص بات نہ پوچھی ہو۔ اس کے دل میں شُبہ جاگ اٹھا کہیں یہ لڑکی لیونارڈ کے گروہ سے تو تعلّق نہیں رکھتی۔ کہیں وہ اُسے بدنام کرنے کے لیے کوئی دوسری چال تو نہیں چل رہا ہے۔

”پڑھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے صوبے میں اس کے علاوہ دوسرا اخبار ہے ہی کون سا جو پڑھے جانے کے قابل ہو۔“

”آپ نے اس میں وہ اشتہار نما دھمکیاں بھی پڑھی ہوں گی، جو آئے دِن چند نامعلوم ہستیوں کے بارے میں شائع ہوا کرتی ہیں۔“

”اشتہار نما دھمکیاں۔“ فریدی نے تعجّب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”ارے وہی بلیک میلنگ کے اشتہارات کے نمونے۔“لڑکی بولی۔

”اچھا وہ۔۔۔!“ فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ”ہاں پڑھے ہیں۔“

”ان کے متعلّق آپ کا کیا خیال ہے۔“

”خیال۔۔۔ہاں دلچسپی کے لیے اچھا خاصا سلسلہ ہے۔“

”دلچسپی۔“ لڑکی جوش سے بولی۔ ”مگر میں ثابت کر سکتی ہوں کہ ان کے ذریعہ سو فیصد بلیک میلنگ ہو رہی ہے۔“

”اچھا۔۔۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“

”لیکن کیسے۔۔۔؟“

”اسی اخبار کا یہ تراشا ملاحظہ فرمایئے۔“ لڑکی نے اس کی طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھاتے ہوئے کہا۔

فریدی اُسے پڑھ کر اس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

”وہ بدنصیب نوّاب زادی میں ہوں۔“لڑکی گلوگیر آواز میں بولی۔

”اچھا۔۔۔“ فریدی نے حیرت سے کہا۔ ”لیکن یہ آپ وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہیں۔“

”اس لیے کہ بالکل اسی قسم کا خط مجھے سوئٹزرلینڈ میں بھی موصول ہوا تھا اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ ایک تصویر بھی تھی۔“

”تو کیا یہ پرائیویٹ سیکرٹری والا معاملہ سچ ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”مگر۔۔۔ نہیں میں کیوں یہ پوچھ رہا ہوں۔ معاف کیجئے گا۔“

”آپ قطعی پوچھ سکتے ہیں، بلکہ میں آپ کو وہ تصویر بھی دکھا سکتی ہوں۔“

لڑکی جوش میں بولی۔ ”جب کر نہیں تو ڈر نہیں۔ میرا ضمیر اس پر مجھے ملامت نہیں کرتا۔“

لڑکی نے ایک تصویر فریدی کی طرف بڑھادی۔

”کیا کہا آپ نے کہ آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہیں کر رہا ہے۔“ فریدی نے تعجّب اور طنز آمیز لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔۔۔!“ لڑکی تیز لہجے میں بولی۔ ”سوئٹزر لینڈ کی ایک تفریح گاہ میں میرے سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ میرا پرائیویٹ سیکرٹری بھی میرے ہمراہ تھا۔۔۔ وہ مجھے اٹھا کر ہسپتال لے جانے کے لیے گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا کہ اسی دوران میں کسی نے ہمارا فوٹو لے لیا۔۔۔ اور بس۔“

”اوہ سمجھا۔۔۔!“ فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”پھر آپ مُجھ سے کیا چاہتی ہیں۔“

”میں بیس لاکھ کہاں سے لاؤں گی۔ خود مختار تو ہوں نہیں۔“ لڑکی نے کہا۔

”تو پھر میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کسی طرح سے مجھے اس مصیبت سے نجات دلوایئے۔“ لڑکی نے بے بسی سے کہا۔ ”اگر واقعی یہ تصویر شائع ہو گئی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ

جاؤں گی۔ ایسی صورت میں میرے ضمیر کی صفائی بھی میری مدد نہ کر سکے گی۔ دنیا کی زبان کو کون روک سکتا ہے۔ تو پھر ابّا جان تو مجھے زندہ ہی دفن کر دیں گے۔"

"اچھا۔۔۔ آپ نے اس اخبار کے دفتر والوں سے اس سلسلہ میں کوئی خط و کتابت بھی کی۔" فریدی نے کہا۔

"ابھی نہیں۔" لڑکی نے کہا۔ "سب سے پہلے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ سے ملوں۔ ایک دِن راج روپ نگر کے نوّاب وجاہت مرزا ابّا جان سے آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ میں نے باتوں ہی باتوں میں اُن سے آپ کا پتہ پوچھا اور یہاں چلی آئی۔"

"کیوں۔۔۔؟ آپ کے پیچھے آدمی لگ گئے ہوتے۔۔۔" فریدی آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اچھا۔۔۔"!

”جی ہاں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ یہاں کہاں رہتی ہیں۔“

”میں اس شہر میں نہیں رہتی۔“ لڑکی بولی۔

”یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اگر آپ نے اس سے پہلے کچھ خط و کتابت کی ہوتی تو اتنی آزادی سے یہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔“

”نہ میں فی الحال آپ کو اپنا نام بتاؤں گی اور نہ گھر کا پتہ۔“

”میں اس کے لیے آپ کو مجبور نہ کروں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن میں کس طرح یقین کرلوں کہ آپ ہی نوّاب زادی ہیں ممکن ہے کہ آپ اُسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں، جس کے خلاف آپ شکایت لے کر آئی ہیں۔“

”آپ کا اعتراض حق بجانب ہے۔“ لڑکی نے کہا۔ ”واقعی ایسی صورت میں اس کا ثبوت مہیّا نہیں کرسکتی۔“

فریدی کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی کی صاف گوئی اور سادگی کا اندازہ اُسے اس بات پر مجبور کررہا تھا کہ اس کے بیان کو صحیح تسلیم کرلے۔ اُس کی حسین آنکھوں میں

اُسے مکّاری کی ذرہ برابر جھلک بھی نہ دکھائی دی۔

"دیکھئے۔۔۔مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔" لڑکی بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آخر آپ کو اپنے متعلّق وضاحت کے ساتھ بتانے میں کیا نقصان نظر آتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں اپنے خاندان کی بدنامی نہیں چاہتی۔۔۔" لڑکی بولی۔ "اس سے بہتر تو یہی ہو گا کہ میں خودکُشی کرلوں۔"

"آپ اطمینان رکھیے کہ یہ چیز مجھ تک ہی محدود رہے گی۔" فریدی نے کہا۔

لڑکی سوچ میں پڑ گئی۔

"آپ نے نوّاب رشید الزّماں کا نام سُنا ہے۔" لڑکی آہستہ سے بولی۔

"اوہ۔۔۔تو کہیے آپ غزالہ خانم ہیں۔" فریدی نے مُسکرا کر بولا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" لڑکی دفعتاً چونک کر بولی۔

"میں نے آپ کے بارے میں نوّاب وجاہت مرزا کے لڑکے ڈاکٹر شوکت سے سُنا تھا۔"

"تو کیا آپ اُن لوگوں کو جانتے ہیں۔"

"اچھی طرح۔"

"خیر چھوڑیئے۔۔۔ ان باتوں کو۔" لڑکی بولی۔ "اب بتایئے آپ میرے لیے کچھ کریں گے یا نہیں۔"

"آخر آپ کیا چاہتی ہیں۔"

"میں یہ چاہتی ہوں کہ کسی طرح وہ تصویر نیگیٹو سمیت مجھے مل جائے۔"

"میں کوشش کروں گا۔ لیکن آپ کو اس وقت تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا جب تک کہ آپ کو تصویر واپس نہ مل جائے۔"

"میں تیّار ہوں۔"

”دوسری بات یہ کہ کل ہی آپ اس نامعلوم آدمی کو اسی اخبار کی معرفت ایک خط لکھئے اور اس میں اس سے پوچھئے کہ اُسے اس مطلوبہ رقم کو کس طرح دیا جائے۔ آپ اتنا کر لیجئے بقیہ میں دیکھ لوں گا۔ خط کا جواب آئے تو اُسے میرے پاس بھجوادیجئے گا۔ میرا آدمی آرلکچنو میں آپ سے ملتا رہے گا۔ اب آپ یہاں نہ آیئے گا اور نہ کسی پر یہ ظاہر ہونے دیجئے گا کہ آپ مجھ سے مل چکی ہیں۔“

”میں اس سلسلے میں حتیّٰ الامکان احتیاط برتوں گی۔“ لڑکی متشکّرانہ انداز میں بولی۔ ”میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی۔“

”خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”چلئے میں آپ کو آرلکچنو تک چھوڑ آؤں۔“

”اس تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔“ لڑکی اُٹھتی ہوئی بولی۔

”ابھی آپ کے کپڑے خشک نہیں ہوئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میرے خیال سے آپ انہیں کپڑوں پر میرا اوور کوٹ پہن لیجئے۔ حالانکہ آپ مضحکہ خیز ضرور

لگیں گی، مگر کیا کیا جائے۔"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔" لڑکی بولی۔ "خود نمائی سے زیادہ مجھے اپنے آرام و تکلیف کا خیال رہتا ہے۔"

"یہی ہونا چاہیے۔" فریدی نے کہا۔ "اچھا آپ اس کوٹ کو پہنئے میں جا کر گیراج سے گاڑی نکالتا ہوں۔"

راہ میں لڑکی نے محسوس کیا کہ فریدی کے بجائے کوئی اور ڈرائیو کر رہا ہے۔ وہ ٹھٹکی ہی تھی کہ آواز آئی۔

"گھبرائیے نہیں۔۔۔ میں نے اپنی اصلی شکل و صورت میں آپ کے ساتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔"

لڑکی خاموشی سے سیٹ کی پشت پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

آسمان پر ابھی تک کالے کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ بارش کچھ کم ہو گئی تھی۔

دھوکا

رات دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے فریدی دِن چڑھے تک سوتا رہا۔ اگر حمید آ کر جگا نہ دیتا تو شاید وہ ابھی تک سوتا رہتا۔ فریدی نے لیٹے ہی لیٹے ایک طویل انگڑائی لی اور حمید سگار کا ڈبّہ اٹھانے کے لیے کہا۔

"میں اس طرف نہیں جاسکتا۔" حمید نے بے ساختہ کہا۔

"ادھر کسی نا محرم عورت کے کپڑے رکھے ہیں۔۔۔ مجھے شرم آتی ہے۔" حمید نے زنانے انداز میں ناک پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ فریدی مُسکرانے لگا۔

”اٹھاتے ہو یا اُٹھ کر مرمّت کر دوں تمہاری۔“

”معاف کیجئے گا۔۔۔ افسری اور ماتحتی دنیا ہی تک ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”جہنّم کی آگ آپ کے غصّے سے زیادہ بھیانک ہو گی۔“

”اچھا مولانائے محترم دفان ہو جاؤ یہاں سے ورنہ۔۔۔!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔۔۔ لیجئے نا سگار۔“ حمید نے سگار کا ڈبّہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”دیکھو اگر یہ ساڑھی خشک ہو گئی تو اُسے تہہ کر کے رکھ دو۔“ فریدی بولا۔

”جی۔۔۔!“ حمید زور سے چیخا۔ ”قسم ہے اُس خدا کی جس نے مجھے مرد اور آپ کو عورت بنایا۔۔۔ ارے لاحول ولا۔۔۔ دونوں کو مرد بنایا۔۔۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔“

”کیا بکتے ہو۔“

”اب میں یہاں نہیں رہ سکتا۔“ حمید نے کہا۔

”کیوں۔۔۔!“ فریدی مُسکرا کر بولا۔

”اس لیے کہ اب یہاں عیاشی ہونے لگی ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اگر والد صاحب کو خبر ہو گئی تو وہ مجھے قتل ہی کر دیں گے۔“

”کیا فضول بک بک لگا رکھی ہے۔“

”سب فضول تو ہے ہی۔۔۔ رات والی تصویر لیونارڈ کی دھمکی تھی۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ”اور یہ ساڑھی۔۔۔ یہ بلاؤز۔۔۔ یہ لیڈیز کوٹ۔۔۔ یہ سب ہی غالباً دھمکی ہے۔۔۔ توبہ توبہ۔۔۔ ارے اللہ میاں آخر قیامت کب آئے گی۔“

فریدی ہنسنے لگا۔

”ارے بھئی تو کیا میں آدمی نہیں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ آدمی کب سے ہو گئے۔“ حمید بولا۔ ”آپ تو کہا کرتے تھے کہ میں جاسوس

ہوں۔“

”گدھے جاسوس نہیں ہوا کرتے۔“

”یہ بات آج ہی سمجھ میں آئی ہے۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حمید کو رات کا واقعہ بتائے یا نہ بتائے۔ آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ حمید کو اس سے آگاہ کر دے کیونکہ اُسے اس سے بہت ہی اہم کام لینے تھے۔

حمید ساری داستان سُن چکنے کے بعد کرسی پر سے بلاؤز اُٹھا کر سُونگھنے لگا۔

”یہ کیا حرکت ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”سونگھ رہا ہوں کہ اس کی عمر کیا ہو سکتی ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”رات والی تصویر دیکھنے کے بعد سے میں آپ کی طرف سے قدرے بے اطمینان ہو گیا ہوں۔“

”ابے گدھے کسی وقت تو سنجیدہ ہو جایا کر۔“ فریدی نے تیزی سے کہا۔

”اگر میں گدھا ہوں تو میری سنجیدگی میں آپ کو شُبہ نہ کرنا چاہیے۔“

”اچھا اب بکواس بند کرتے ہو یا تمہارا گلا دبا دوں۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بس خدا کی قسم ایک جھلک مجھے بھی دکھا دیجیے۔“ حمید نے ہنس کر کہا۔

”کیوں آپ کیا کریں گے دیکھ کر۔“

”توبہ کروں گا۔۔۔ کان پکڑوں گا۔ اس کے نہیں بلکہ اپنے۔“ حمید نے کہا۔ ”توبہ اس لیے کروں گا کہ ابھی تک میں آپ کو بالکل غلط سمجھتا رہا ہوں۔“

”عنقریب تمہارا دماغ خراب ہونے والا ہے۔“

”کھری بات کہنے والے ہمیشہ پاگل سمجھے جاتے ہیں۔“

”اچھا برخوردار۔۔۔ میرا پیچھا چھوڑو۔۔۔ تم تو ناشتہ کر چکے ہو گے۔ یہاں بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے۔“

”لیکن میں نے سُنا ہے کہ عاشقوں کو بھوک لگتی ہی نہیں۔“ حمید نے کہا۔

"اچھا اب بکواس بند کرو۔۔۔ ورنہ۔۔۔"!

"آج ہی شادی کر لوں گا۔۔۔" حمید نے فریدی کا جملہ پورا کر دیا۔

فریدی بڑبڑاتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

حمید ساڑھی، بلاؤز اوور کوٹ کو بڑی دیر تک اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز چمک پیدا ہو گئی۔ وہ ہنستا ہوا برآمدے میں نکل آیا۔ فریدی برآمدے میں بیٹھا شیو کر رہا تھا۔

"کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" حمید نے بُلند آواز میں کہا۔

"کیا ہے بھئی۔۔۔ کیوں خواہ مخواہ گلا پھاڑ رہے ہو۔" فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

"کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ ڈاکو اور جاسوس ہمیشہ عورتوں ہی کے پھیر میں پڑ کر مارے جاتے ہیں۔"

"کیا بکواس لگا رکھی ہے۔"

”بکواس نہیں سرکار! آخر آپ بھی عورت ہی کے پھیر میں پڑ کر برباد ہوئے۔“

فریدی نے بُرا سا منہ بنایا اور کوئی جواب دیئے بغیر شیو کرتا رہا۔

”آپ شاید مذاق سمجھ رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”شاید تم ہوا سے باتیں کر رہے ہو۔“ فریدی بولا۔ ”میں بھی کوئی حاتم طائی کا گھوڑا ہوں۔۔۔ جو ہوا سے باتیں کروں گا۔“

”نہیں تم والٹر اسکاٹ کے گدھے ہو۔“

”آپ مذاق میں ٹال رہے ہیں، بخدا میں اس وقت سو فیصدی سنجیدہ ہوں، غزالہ آپ کو بیوقوف بنا گئی۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“ فریدی نے چونک کر کہا۔

”ملاحظہ فرمایئے۔“ حمید نے اس کی طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی غزالہ کی اندرونی جیب سے برآمد ہوا ہے۔“

فریدی کاغذ کو پڑھنے لگا۔

"آج رات کو فریدی کے گھر جا کر معلومات بہم پہنچاؤ۔۔۔ل۔"

فریدی کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ لیکن اُس نے جلد ہی اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

"اُس 'ل' سے غالباً لیونارڈ مراد ہے۔" حمید نے کہا۔

"لیکن ایک بات تو سوچو کہ اگر واقعی وہ مجھے دھوکا دینے ہی آئی تھی تو پھر اُس نے اتنی بد احتیاطی سے کیوں کام لیا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر اس کی نیّت میں فتور ہوتا تو وہ اس کاغذ کو جیب میں ہر گز نہ چھوڑ جاتی۔"

"کیا یہ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ایسی لڑکیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تبھی آپ اسے بے گناہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" حمید نے مُسکرا کر کہا۔

"اچھا ذرا جلدی سے کار نکالو۔" فریدی نے تولیے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے

کہا۔ ”لڑکی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔“!

”آخر بات کیا ہے۔“

”یہ پرزہ اس کے جانے کے بعد رات میں کسی وقت کوٹ کی جیب میں رکھا گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”ناممکن۔“ حمید نے کہا۔ ”رات میں یہاں کون آنے کی ہمّت کر سکتا ہے۔ ہمارے کتّے کسی کو زندہ بچ کر نہیں جانے دے سکتے۔“

”یہی تو غلطی کی تھی کہ غزالہ کے آنے کے بعد میں نے سارے کتّوں کو بند کر دیا تھا۔۔۔اور پھر اس کے بعد انہیں کھولنا بھول گیا تھا۔“

”اوہ۔۔۔تب تو پھر آپ ہی کا کہنا درست ہو گا۔“ حمید نے برآمدے سے اتر کر گیراج کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے بعد فریدی کی کار تیزی سے آر لکچنو ہوٹل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر فریدی کو ایک بیرے کی زبانی معلوم ہوا کہ غزالہ اپنے کمرے میں موجود ہے اور ابھی ابھی سو کر اٹھی ہے، فریدی سیدھا اس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اُسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھیں دیر تک سوتے رہنے کی وجہ سے ابھی تک خمار آلود تھیں اور جن میں پڑے ہوئے لال ڈوروں نے اُس کے حسن میں اضافہ کر دیا تھا۔ زلفیں بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھری ہوئی تھیں۔ چہرے کے سُرخ و سفید رنگ میں کچھ کچھ سلونا پن آ گیا تھا۔ ”آپ۔۔۔؟“ وہ متحیّر ہو کر بولی۔ ”آپ نے تو کہا تھا کہ اب ہم لوگ ایک دوسرے سے نہ ملیں گے۔“

”خیال تو یہی تھا۔۔۔ لیکن اب میں نے اپنی سکیم بدل دی ہے۔“ فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

غزالہ نے اسے اپنی طرف اس طرح گھورتے دیکھ کر شرما کر سر جھکایا اور اپنی ساڑھی کا آنچل ٹھیک کرنے لگی۔

فریدی شش و پنج میں پڑ گیا کہ اُسے کیا کہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی وہ اُسے دھوکا ہی دینے کی غرض سے گئی تھی تو اُسے غائب ہو جانا چاہیے تھا اور اگر لیونارڈ نے اس کی طرف سے اُسے مشکوک کرنے کی کوشش کی تھی تو اس کو شک اور زیادہ مضبوط کرنے کے لیے خود اُسے ہی غزالہ کو غائب کر دینا چاہیے تھا۔ مگر نہیں۔۔۔ شائد وہ غزالہ کو اسی طرح سزا دینا چاہتا تھا کہ پولیس والے اس پر شُبہ کر کے اُسے گرفتار کر لیں۔ بہر حال یہ تو اس پر اچھی طرح واضح ہو گیا تھا کہ لیونارڈ اس کے منصوبوں سے اچھی طرح آگاہ ہو گیا ہے۔

"تو پھر فرمایئے کیسے تکلیف کی۔" غزالہ نے کہا۔

"آپ سے اس بات کا مکمل ثبوت لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ نوّاب رشید الزماں کی صاحبزادی ہیں۔"

غزالہ چونک پڑی۔ وہ اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن رات تو آپ مطمئن ہو گئے تھے۔"

”میں نے دھوکا کھایا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔“ غزالہ نے بے بسی میں کہا۔ ”آخر یک بیک آپ کے دِل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”بات ہی ایسی ہو گئی ہے۔ اگر آپ یہ نہ ثابت کر سکیں تو مجبوراً! مجھے آپ کو حراست میں لینا پڑے گا۔“

حراست کا نام سن کر غزالہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ آنکھیں غصّہ سے سُرخ ہو گئیں۔ ہونٹ کپکپانے لگے۔

”کیا کہا حراست۔۔۔!“ وہ گرج کر بولی۔ ”آپ کی اوقات ہی کیا ہے۔ ایک معمولی انسپکٹر۔۔۔ بدتمیز کہیں کے۔“

فریدی مُسکرانے لگا۔

”شہزادی صاحبہ۔۔۔ میری اوقات تو اسی وقت آپ کو معلوم ہو گی جب آپ

حوالات کی سلاخوں کے پیچھے نظر آئیں گیں۔" فریدی نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "ذرا کاغذ ملاحظہ فرمایئے۔"

"اس کا کیا مطلب؟" غزالہ کاغذ کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر بولی۔

"یہ ٹکڑا شہزادی صاحبہ کے کوٹ کی جیب سے بر آمد ہوا ہے۔" فریدی نے کہا اچانک غزالہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

"لیکن لیکن۔۔۔!" وہ ہکلانے لگی۔۔۔ "خ۔۔۔ خدا کی قسم۔۔۔ مم۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کاغذ کیا ہے۔"

"آپ نہیں جانتیں؟" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "یہ اور بھی عجیب بات ہے۔"

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔" غزالہ بے بسی سے بولی۔

"میری اوقات ہی کیا ہے کہ آپ مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

غزالہ خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے سے اچانک ایسا ظاہر ہونے لگا تھا جیسے وہ برسوں کی بیمار ہے۔

"اب آپ مجھے صرف ایک ہی طرح اطمینان دِلا سکتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"وہ کیسے۔۔۔!" غزالہ جلدی سے بولی۔

"ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ راج روپ نگر چلئے۔۔۔ اگر وہاں نوّاب وجاہت مرزا یا اُن کے لڑکے شوکت نے آپ کو پہچان لیا تو کیا کہنا ورنہ پھر میں جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔"

"منظور۔۔۔!" غزالہ مسرّت آمیز لہجے میں چیخی۔

"اچھا تو جلدی سے تیّار ہو جائیے۔"

"لیکن ایک شرط پر۔۔۔ وہ یہ کہ آپ اُن پر یہ بات نہ ظاہر ہونے دیجئے گا کہ آپ کا مقصد کیا ہے۔"

”اس کے متعلّق بعد کو دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

غزالہ نے لباس تبدیل کیا اور دونوں کار میں بیٹھ کر راج روپ نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔“ غزالہ بولی۔

”یہی حال میرا بھی ہے۔ جیسے ہی یہ کاغذ مجھے ملا میں سیدھا آپ ہی کے پاس چلا آیا۔“

”اگر آپ وہیں بتا دیتے تو ہم لوگ ناشتہ کر کے روانہ ہوتے۔“ غزالہ نے کہا۔

”خیر۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ پیٹر روڈ پر ایک اچھا ہوٹل ہے ہم لوگ وہیں ناشتہ کر لیں گے۔“

”میں بھی عجیب مُصیبت میں پڑ گئی۔“ غزالہ بولی۔ ”گئی تھی آپ سے مدد لینے الٹا مُجرم خود ہی بن بیٹھی۔“

”گھبرائیے نہیں۔۔۔ اگر آپ سچی ہیں تو آپ کو بچانے کے لیے میں اپنی جان تک دے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”خیر وہ سب بعد کی باتیں ہیں ابھی تو میں پریشانیوں میں مبتلا ہو ہی گئی ہوں۔“

”لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہ تھا۔“

دونوں خاموش ہو گئے۔

پیٹر روڈ پر پہنچ کر فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی۔ ماڈھیا ہوٹل کی شاندار عمارت کے سامنے پہنچ کر دونوں کار سے اتر گئے۔

فریدی نے ناشتے کا آرڈر دیا۔ ناشتہ کر چکنے کے بعد فریدی نے سگار سلگایا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر لمبے لمبے کش لینے لگا۔

”اے بیرا۔۔!“ غزالہ نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک بیرے کو آواز دی۔

”جی جناب۔۔۔“!

”غسل خانہ کدھر ہے۔“

”اوپر صاحب۔۔۔زینے پر داہنے ہاتھ۔“ بیرے نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

”میں ابھی آئی۔“ غزالہ نے فریدی سے کہا اور اُٹھ کر چلی گئی۔

فریدی بدستور ادھ کھلی آنکھوں سے چھت کی طرف دیکھتا ہوا سگار کے کش لے رہا تھا۔ پانچ منٹ گزرے۔۔۔ دس منٹ گزرے۔۔۔ پندرہ بیس، اور فریدی یک بیک اُچھل پڑا۔ غسل خانے۔۔۔ اور اتنی دیر۔۔۔ وہ بے تحاشہ زینے کی طرف جھپٹا۔ غسل خانہ خالی تھا۔ اُس نے ہوٹل کے سارے غسل خانے دیکھ ڈالے لیکن غزالہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اس نے اُسے ڈھونڈ نکالنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر تھک ہار کر وہ آرلکچنو واپس آگیا۔ یہاں اس نے غزالہ کے کمرے کی تلاشی لی لیکن کوئی مشکوک چیز ہاتھ نہ لگی۔

گھر پر حمید اس کا انتظار کر رہا تھا۔ فریدی نے واپسی پر اُسے سارا حال بتایا۔

"دیکھئے میرا خیال کبھی غلط ثابت نہیں ہوتا۔" حمید چہک کر بولا۔

"کیا کہنے ہیں آپ کے۔۔۔!" فریدی نے جل کر کہا۔

"ایک ڈاکو یا جاسوس ہمیشہ عورت ہی کے چکر میں پڑ کر مارا جاتا ہے۔"

"تمہیں باتیں بنانے کے سوا کچھ اور بھی آتا ہے۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"فرمایئے۔۔۔ میرے لائق کوئی خدمت۔" حمید نے کہا۔

"آپ کے لائق سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ آپ ایسے موقعوں پر خاموش رہ کر مجھے سوچنے دیا کیجئے۔"

"بہت بہتر۔۔۔!" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر کسی مقام پر آپ سوچتے سوچتے ٹھہر جائیں تو مجھے یاد فرمالیجئے گا۔"

"بہت اچھا۔۔۔ اب آپ تشریف لے جایئے۔"

حمید مُسکرا اتارہ گیا۔ فریدی اُسے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ اب وہ اپنے منصوبوں سے کسی کو بھی آگاہ نہ کرے گا۔ اُسے سخت حیرت تھی کہ آخر اس کی بنائی ہوئی اسکیموں سے لیونارڈ کس طرح واقف ہو جاتا ہے۔

نئی اسکیم

حمید فریدی کی عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف تھا۔ اُسے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا دیکھ کر اُس نے اور زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ فریدی پر اس قسم کی سوچ کے دورے شاذ و نادر ہی پڑا کرتے تھے اور اس کے بعد وہ ایسے ایسے بھیانک کام کر ڈالتا تھا کہ جن کے تصوّر ہی سے اچھے اچھوں کو اختلاج ہونے لگے۔

کھانے کے دوران میں بھی اُن دونوں میں کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد تھوڑی دیر آرام کر کے دونوں دفتر روانہ ہو گئے۔

ابھی فریدی اچھی طرح بیٹھنے ہی نہ پایا تھا کہ جیکسن کے یہاں طلبی ہو • گئی۔

”کیوں بھئی خیریت تو ہے آج تمہارا چہرہ بہت اترا ہوا ہے۔“ جیکسن نے کہا۔

”کیا بتاؤں۔۔۔ آج بڑی گہری چوٹ ہو گئی۔“ فریدی نے مضمحل آواز میں کہا۔ اس کے بعد اُس نے سارے واقعات جیکسن کو بتا دیئے۔

”تم نے بہت سخت غلطی کی۔“ جیکسن نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔' تمہیں اس لڑکی کو فوراً ہی حراست میں لے لینا چاہیے تھا۔ افسوس بہت اچھا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر وہ گرفتار ہو جاتی تو شاید لیونارڈ بھی نہ بچ سکتا۔“

”میں آپ سے ایک بار پھر عرض کروں گا کہ لیونارڈ کا گرفتار کر لینا ہنسی کھیل نہیں۔“

”خیر میں دنیا میں کسی بات کو ناممکن نہیں سمجھتا۔“ جیکسن نے کہا۔

”لیکن صاحب مجھے تو اس کی گرفتاری ناممکن ہی نظر آ رہی ہے۔“ فریدی مایوسانہ انداز میں بولا۔

"مجھے حیرت ہے۔" جیکسن نے متعجّبانہ انداز میں کہا۔ "میں نے کبھی تمہاری مُنہ سے اتنے مایوسانہ انداز کے جملے نہیں سُنے۔"

"پہلے کبھی اتنے بھیانک آدمی سے مقابلہ بھی نہیں ہوا۔"

"وہ کچھ ہی سہی۔" جیکسن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ "لیکن کم از کم تمہارے مُنہ سے اس قسم کے جملے کچھ اچھے معلوم نہیں ہوتے۔"

"یہ آپ کی محبّت ہے کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن میں اسی میں اپنی عاقبت سمجھتا ہوں کہ خاموشی سے بیٹھ رہوں۔"

"کیا مطلب۔۔۔!" جیکسن نے چونک کر کہا۔ "کیا تم اس کیس سے ہاتھ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔" فریدی نے کہا۔ "اگر اس پر میرے افسران راضی نہ ہوئے تو مجبوراً مجھے استعفیٰ دینا پڑے گا۔"

"بھئی آج تمہارے مُنہ سے بڑی عجیب عجیب باتیں سن رہا ہوں۔" جیکسن نے

اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آخر تمہیں خوف کس بات کا ہے۔“

”ذرا یہ تصویر ملاحظہ فرمایئے۔“ فریدی نے اس کی طرف ایک تصویر بڑھا دی۔ جیکسن تصویر دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ کبھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی تصویر کی طرف۔

”یہ تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی بیوی ہے۔۔۔ تو کیا تم۔۔۔“!

”جی ہاں مجھے پاگل کتّے نے کاٹا ہے کہ اس بوڑھی عورت کے ساتھ۔“

”تو پھر اس کا مطلب کیا ہے۔“ جیکسن نے حیرت سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اگر میں نے اس کیس سے ہاتھ نہ اٹھایا تو لیونارڈ اس تصویر کی ایک کاپی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس بھجوا دے گا۔“

”یہ تمہیں ملی کیسے!“ جیکسن نے پوچھا۔

فریدی نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پرنس عدنان کو مشکوک سمجھ کر حراست میں لے لینا چاہیے۔“

”یہ کام آسان نہیں۔۔۔ ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ عراق کے شاہی خاندان سے تعلّق رکھتا ہے۔“

”کہیں وہی لیونارڈ نہ ہو۔“ جیکسن جلدی سے بولا۔

”خدا بہتر جانتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے متعلّق کچھ کہا نہیں جا سکتا۔“

”اچھا کیوں نہ ان اخبار والوں کو پکڑ لیا جائے۔“ جیکسن بولا۔

”ان کے خلاف بھی ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں۔“

”واقعی یہ معاملہ بہت ہی پیچیدہ ہے۔“

”اور اسی لیے میں معافی چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم عجیب آدمی ہو۔“ جیکسن نے کہا۔ ”بس اس ایک تصویر سے ڈر گئے۔ ارے

میاں ایسے معجزے تو ہر اچھا فوٹو گرافر دکھا سکتا ہے۔"

"لیکن ایک شوہر اسے ماننے کے لیے تیّار نہ ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

"خیر انگریز شوہر اتنے تنگ نظر نہیں ہوتے۔" جیکسن نے فخریہ انداز میں کہا۔

"نہ ہوتے ہوں لیکن اگر اسی طرح کسی ہندوستانی شوہر سے واسطہ پڑ گیا تو پھر میں کہیں کا نہ رہوں گا۔"

"آخر تم ڈرتے کیوں ہو۔" جیکسن بولا۔ "میں تو موجود ہوں۔"

"نہیں صاحب۔۔۔ بات دراصل یہ ہے کہ اب میں اپنی ملازمت سے کچھ تنگ آ گیا ہوں۔"

"یہ اور بات ہے۔" جیکسن نے کہا۔ "لیکن میں تمہیں کسی طرح اس کی رائے نہ دوں گا کہ تم اس معاملے کو ادھورا ہی چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ اس نے تمہارے سابقہ کارناموں پر بھی خاک پڑ جائے گی۔"

"صاحب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔" فریدی نے زِچ ہو کر کہا۔

"اپنی تفتیش جاری رکھو۔ اگر تم نے یہ معرکہ سر کیا تو ساری دنیا میں تمہارا نام ہو جائے گا۔"

"یہ لالچ میرے لیے کم نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "خیر میں کوشش کروں گا۔ ویسے مجھے کامیابی کی ایک فیصدی بھی اُمّید نہیں۔"

"تم نوّاب رشید الزماں سے مل کر اس چیز کی تصدیق کیوں نہیں کرتے کہ کیا تمہیں دھوکا دینے والی در حقیقت اس کی لڑکی ہی تھی۔" "میرے خیال سے تو یہ بالکل بے سود ہو گا کیونکہ اس قسم کی کوئی بھی لڑکی اپنا صحیح پتہ و نشان نہیں بتا سکتی۔"

"تمہارا یہ خیال بھی صحیح معلوم ہوتا ہے۔" جیکسن نے کہا۔ "پھر آخر اب کیا کرو گے۔"

"نیو اسٹار کے دفتر کی نگرانی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ بات اب

پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ لیونارڈ اسی اخبار کے ذریعہ اپنا جال پھیلا رہا ہے۔"

"پہلے میں بھی اسے تمہارا شُبہ سمجھا تھا۔" جیکسن بولا۔ "لیکن اب مجھے بھی کچھ کچھ یقین آ چلا ہے۔"

"لیکن میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ اس طرح بھی ہم لیونارڈ کو نہ پا سکیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے کچھ ایجنٹ گرفتار ہو جائیں۔ وہ خود معلوم نہیں کس تہہ خانے میں بیٹھا اپنا کام کیا کرتا ہے۔"

"بہرحال کچھ بھی ہو تمہیں ہمّت نہ ہارنی چاہیے۔" جیکسن نے کہا۔

"سچ پوچھیۓ تو میں آپ ہی کے ہمّت دلانے پر اب تک ڈٹا ہوا ہوں۔ ورنہ کبھی کا الگ ہو گیا ہوتا۔"

"بات یہ ہے کہ میں تمہیں ساری دنیا میں مشہور دیکھنا چاہتا ہوں۔" جیکسن نے کہا۔

"شکریہ۔۔۔!" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا

ہوں کہ اب میں تین چار دِن تک آفس نہ آسکوں گا۔"

"کیوں۔۔۔!" جیکسن نے چونک کر کہا۔

"میں نیو اسٹار کے دفتر کے کونے کونے سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی بولا۔

"لیکن تم وہاں کس حیثیت سے رہو گے۔" جیکسن نے کہا۔ "یہ بھی بتا دو تاکہ وہاں تمہاری حفاظت کی جاسکے۔"

"میں وہاں معمولی مزدور کے بھیس میں رہوں گا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "گھنی سفید ڈاڑھی۔۔۔ پھولی ہوئی ناک اور ماتھے پر گہرے زخم کا نشان۔"

جیکسن نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور فریدی اٹھ کر چلا گیا۔

اُسی دِن۔۔۔ رات کو فریدی گھر پر سرجنٹ حمید کو ہدایت دے رہا تھا۔

”میرے بتائے ہوئے حلیے کے بوڑھے کے بھیس میں تمہیں نیو اسٹار کے دفتر میں رہنا ہو گا اور اس وقت تک تم وہاں موجود رہو گے جب تک کہ تمہیں وہاں سے ہلایا نہ جائے۔“ فریدی نے کہا۔

اس نے حمید کو اپنی اسکیم کی ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔

”لیکن میں وہاں کھپوں گا کیسے۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر اس شکل کا وہاں کوئی اور ہو تو۔“

”اگر وہاں اس شکل کا کوئی اور آدمی نہ ہوتا تو میں یہ پروگرام ہی نہ بناتا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو پھر اُس آدمی کو وہاں جانے سے کیسے روکیے گا۔“ حمید نے کہا۔

”ارے بھئی۔۔۔ وہ سب میں کر لوں گا۔ اچھا تم فوراً تیّار ہو جاؤ۔ میں تمہیں اس شخص سے ملانا چاہتا ہوں تاکہ تم اچھی طرح اس کی صورت ذہن نشین کر لو۔“

تھوڑی دیر کے بعد دونوں شہر کے ایک گھٹیا سے شراب خانے میں داخل ہو رہے

تھے۔ یہ شراب خانہ بھی تھا اور ہوٹل بھی۔ باہر سے آئے ہوئے کم حیثیت مسافروں کے لیے یہاں سستے کمرے بھی مل جاتے تھے۔

فریدی اور حمید کو دیکھتے ہی ہوٹل کا منیجر لپک کر اُن کے قریب آ گیا۔

"کہیے حضور خیریت تو ہے۔" اس نے مُسکرا کر کہا۔

"میرے کمرے کی کنجی۔۔۔!" فریدی نے کہا۔ "اور ہاں فضلو کو بھیج دینا۔"

منیجر نے فریدی کو ایک کنجی لا کر دی۔ فریدی اور حمید زینے طے کر کے ایک بند کمرے کے سامنے آکر رک گئے۔ فریدی نے تالا کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ فریدی نے دیا سلائی جلا کر ایک طاق پر رکھی ہوئی موم بتّی روشن کر دی۔

"یہ آپ کا کمرہ ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ایسے بہتیرے کمرے میں نے شہر کے مختلف حصّوں میں لے رکھے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

”اور مجھے ان کا علم نہیں۔“حمید نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یونہی موقع پڑنے پر تمہیں بھی رفتہ رفتہ ان کا علم ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔”جانتے ہو ہوٹل کا منیجر کون ہے۔“

”نہیں۔۔۔“!

”ایک بدمعاش۔۔۔ اور نمبر دس کا آدمی ہے بڑے کام کا۔“ فریدی نے کہا۔ زینے پر آہٹ سنائی دی اور چند ہی لمحوں کے بعد ایک بوڑھا کمرے میں داخل ہوا اور سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

”فضلو تم نیو اسٹار ہی کے پریس میں کام کرتے ہو نا۔“فریدی نے کہا۔

”جی حضور۔۔۔“!

”اچھا دیکھو تمہیں کچھ دِن تک اسی کمرے میں رہنا ہو گا۔۔۔ اور یہ تمہارے بھیس میں تمہارا کام کریں گے۔“

”ارے حضور کوئی خاص کام ہو تو مجھے ہی بتایئے۔“ بوڑھا بولا۔

”نہیں تم نہ کر سکو گے۔“

”جیسی حضور کی مرضی۔“ بوڑھے نے کہا۔ ”ایک گھنٹے کے بعد مجھے کام پر جانا ہو گا۔ آج کل نائٹ ڈیوٹی میں ہوں۔“

”اچھا حمید تم تیّار ہو جاؤ۔۔۔ میں ابھی تمہیں فضلو بنائے دیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور کمرے میں رکھے ہوئے ایک بڑے صندوق کو کھول کر اس میں بھیس بدلنے کا سامان نکالنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے میں ایک ہی شکل کے دو بوڑھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا باہر چلا گیا اور دوسرا وہیں کھڑا رہا۔

”ہاں تو فضلو جب تک تمہیں میری طرف سے کوئی اِطّلاع نہ ملے تم یہیں اس کمرے میں رہنا۔ میں نے مناسب انتظام کر دیا ہے۔ تمہاری ضروریات کی ساری چیزیں یہیں پہنچتی رہیں گی۔“

اب فریدی نے بھی بھیس بدلنا شروع کیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد اس کی جگہ پر ایک ادھیڑ عمر کا ملٹری آفیسر کھڑا سگار پی رہا تھا۔

فضلو اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ ”فضلو مجھے اِطّلاع ملی ہے کہ تم نے پھر کوکین کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اب سرکار کیا پردہ۔“ فضلو نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ پریس کی نوکری میں اتنا نہیں ملتا جس سے پیٹ پل سکے۔ مہینے میں سو روپیہ تو صرف بال بچوں کے لیے گاؤں بھیج دینا پڑتا ہے۔

”خیر لیکن۔۔۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ معاملہ میرے ہاتھ تک نہ پہنچنے پائے ورنہ میں مجبور ہو جاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”ارے نہیں سرکار۔۔۔ زیادہ نہیں، بس دھیلے دمڑی کا روزگار ہو جاتا ہے۔“ فضلو نے سر ہلا کر کہا۔

”خیر تم لوگوں کا دھیلا دمڑی میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے سر ہلا کر

کہا۔

فضلو دانت نکال کر ہنسنے لگا۔

"اچھا اب میں چلا۔۔۔ دیکھو جو کچھ سمجھا دیا ہے اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔"

مجال ہے سرکار۔۔۔ اس کے خلاف ہو جائے۔ آپ کے لیے جان بھی جائے تو حاضر ہے۔" فضلو نے کہا۔

فریدی ملٹری آفیسر کے بھیس میں ہاتھ میں ایک سوٹ کیس لٹکائے باہر آیا اور ٹیکسی کر کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

چڑچڑا نوّاب

دو گھنٹے کا سفر طے کر کے فریدی داراب نگر کے اسٹیشن پر اترا۔ رات کے تقریباً دس بج چکے تھے۔ اسٹیشن پر اسے ایک پھٹیچر سی ٹیکسی دکھائی دی وہ اس میں بیٹھا اور نوّاب رشید الزّمان کے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

نوّاب صاحب ایک بہت بڑے جاگیر دار تھے اور پرلے سِرے کے کنجوس۔ ان کی بے شمار دولت کی کہانیاں دور دور تک مشہور تھیں۔ بہتیروں کا یہاں تک خیال تھا کہ نوّاب صاحب نے اتنی دولت جَو کی روٹیاں کھا کھا کر جمع کی ہے۔ ان کے اور لواحقین تو شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے، مگر خود انتہائی سادہ زندگی بسر کرنے

کے عادی تھے۔ آج وہ ابھی تک نہیں سوئے تھے۔ آج دوپہر ہی سے وہ کسی خاص اُلجھن میں مبتلا تھے۔ بات بات پر لوگوں سے اُلجھ جاتے تھے۔ اس وقت وہ بے چینی کے ساتھ دیوان خانے میں ٹہل رہے تھے۔

اچانک ایک ملازم طشتری میں کسی کا ملاقاتی کارڈ لایا اور میز پر رکھ کر خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

”ہوں۔۔۔!“ نوّاب صاحب نے کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”کرنل ای ایم خان لا حول ولا قوۃ۔۔۔ یہ بھی کوئی ملنے کا وقت ہے۔ جاؤ بھیج دو۔“ چند لمحوں کے بعد فریدی کرنل خان کے بھیس میں دیوان خانے میں داخل ہوا۔

نوّاب صاحب نے زبردستی چہرے پر مُسکراہٹ پیدا کر کے خوش اخلاق بننے کی کوشش کی۔

”فرمایئے کیسے تکلیف کی۔“ نوّاب صاحب نے کہا۔ ”تشریف رکھئے۔“

”میں ایک بہت ہی خاص کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔“

”فرمایئے۔“نوّاب صاحب نے چونک کر کہا۔

”میں بہت دور سے آیا ہوں۔۔۔ ذرا دم لے لوں تو عرض کروں۔“ فریدی نے آرام کرسی پر تقریباً لیٹتے ہوئے کہا۔

نوّاب صاحب کی بھنویں تن گئیں۔ لیکن انہوں نے پھر فوراً ہی اپنے چہرے پر ملائمت کے آثار پیدا کر لیے۔ انہوں نے گھنٹی بجائی۔ ایک نوکر آیا۔

”کیا پیجئے گا۔“نوّاب صاحب نے فریدی سے پوچھا۔

”صرف پانی۔۔۔!“ فریدی نے جواب دیا اور نوکر چلا گیا۔

پانی پی چکنے کے بعد فریدی نے سگار سلگایا۔

”ہاں اب فرمایئے۔“نوّاب صاحب بے تابی سے بولے۔

”انہیں پہچانتے ہیں آپ۔۔۔!“ فریدی نے جیب سے ایک تصویر نکال کر نوّاب صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ نوّاب صاحب نے جیسے ہی تصویر ہاتھ میں

لی اُن کا چہرہ غصّہ سے سُرخ ہو گیا۔ وہ فریدی کو گھورنے لگا۔

"آپ ٹھہریئے۔۔۔ میں ابھی آ کر اس کا جواب دیتا ہوں۔" نوّاب صاحب نے کہا اور دیوان خانے سے چلے گئے۔ فریدی سگار کا کش لیتا ہوا دیوان خانے کی دیواروں پر لگی ہوئی تصویروں کا جائزہ لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد نوّاب صاحب واپس آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک پستول تھا۔ فریدی چونک پڑا۔ لیکن اس نے اپنے اطمینان میں فرق نہ آنے دیا۔

"ہاں میں اسے پہچانتا ہوں۔" نوّاب صاحب گرج کر بولے۔ "اور تم جیسے بدمعاشوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہاری موت تمہیں یہاں لائی ہے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"تم ہنس رہے ہو۔۔۔ لیکن یاد رکھو اس کے لیے تمہارے گھر والوں کو رونا پڑے گا۔" نوّاب صاحب نے اسی انداز میں کہا۔

"معلوم نہیں آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔" فریدی نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

"میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں۔" نوّاب صاحب نے کہا۔ "تم اس طرح مجھ سے روپیہ نہیں اینٹھ سکتے۔"

"اوہ سمجھا۔۔۔!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔"

"اچھا اب کوئی دوسری چال چلنے والے ہو۔" نوّاب صاحب چیخ کر بولے۔ "دیکھو یہاں بڑے بڑے سرکشوں کی لاشیں دفن ہیں۔"

"چلئے یہ دوسری بات معلوم ہوئی۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"اب کی تم ہنسے اور میں نے گولی چلائی۔" نوّاب صاحب نے جھلا کر کہا۔

"اور پھر کل اس عمارت کا چپّہ چپّہ پولیس سے بھرا ہو گا۔" فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

"یہ گیدڑ بھبکی کسی اور کو دینا مجھے رشید الزّماں کہتے ہیں۔"

”اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ مجھے کرنل خان نہیں کہتے۔“ فریدی نے پر سکون لہجے میں کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی سے جانتا ہوں۔“نوّاب صاحب نے تُند لہجے میں کہا۔

”لیکن آپ کچھ نہیں جانتے۔“ فریدی نے اپنی جیب سے دوسرا کارڈ نکال کر نوّاب صاحب کو دیتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا۔۔۔؟“

”میرا دوسرا ملاقاتی کارڈ۔۔۔“!

”بس بس رکھے رہو۔“ نوّاب صاحب نے کہا۔”تم اس وقت تک میری قید میں رہو گے جب تک میری لڑکی مجھے واپس نہ مل جائے۔“

”تو کیا آپ کو اطلاع مل گئی۔“ فریدی نے کہا۔

”بکو مت۔۔۔!“نوّاب صاحب چیخے۔

فریدی سخت اُلجھن میں پڑ گیا تھا کہ اس سر پھرے کو کس طرح راہ راست پر لائے۔ نوّاب صاحب کا غصّہ دیکھ کر اُسے اُلجھن ہو رہی تھی کہ کہیں سچ مچ گولی نہ چلا دے۔ اچانک وہ لیٹے ہی لیٹے اُچھلا اور دوسرے لمحے میں نوّاب صاحب کا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا اور خود نوّاب صاحب زمین پر۔

"اگر ذرا بھی آواز نکالی تو خاتمہ ہی سمجھو۔" فریدی نے دبی آواز میں کہا۔ "میں خفیہ پولیس کا انسپکٹر فریدی ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔۔۔ سراسر جھوٹ۔" نوّاب صاحب نے کہا۔

"دیکھئے میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ آہستہ بولیے۔" فریدی نے کہا۔

نوّاب صاحب خاموش ہو گئے۔ وہ ابھی تک زمین پر پڑے فریدی کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اُٹھ کر بیٹھ جائیے۔" فریدی نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نوّاب صاحب خاموشی سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

”معلوم ہوتا ہے کہ اب بدمعاشوں نے آپ کو دھمکی دی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”غزالہ بیچاری پہلے میرے ہی پاس مدد کے لیے گئی تھی۔ بدمعاشوں کو اس کا علم ہو گیا اور انہوں نے اسے غائب کر دیا۔“

”میں کیسے یقین کر لوں کہ تم فریدی ہو۔“ نوّاب صاحب نے مضمحل آواز میں کہا۔

”آپ یقین کریں یا نہ کریں مجھے تو اپنا کام کرنا ہی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور یہ بھی آپ کو بتادوں کہ خفیہ پولیس کو آپ کی لڑکی پر شُبہ ہو گیا ہے کہ وہ مجھے دھوکا دینے آئی تھی۔“

”بھلا وہ کیوں تمہیں دھوکا دینے لگی۔“ نوّاب صاحب نے کہا۔

فریدی نے مختصراً انہیں سارا واقعہ بتا دیا۔

”اچھا ہے وہ کم بخت انہیں کی قید میں مر جائے۔ اس نے خاندان کی عزّت پر بٹّا لگا دیا۔“ نوّاب صاحب بولے۔

"اوّل تو وہ بے قصور ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور اگر اس معاملے کی تہہ میں واقعی کوئی بات ہے تو اس کے سو فیصدی ذمہ دار آپ ہیں۔ آپ نے اُسے کیوں اتنی آزادی دی تھی کہ وہ ایک نوجوان پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ سوئٹزرلینڈ گئی؟"

"ہاں میرا ہی قصور ہے۔" نوّاب صاحب نے مضمحل آواز میں کہا۔ "لیکن تم یہ کس طرح کہہ رہے ہو کہ وہ بے قصور ہے۔"

"وہ تصویر محض روپیہ اینٹھنے کے لیے کھینچی گئی ہے۔ غزالہ ایک تفریح گاہ میں کسی وجہ سے بیہوش ہو گئی تھی۔ پرائیویٹ سیکرٹری اُسے اُٹھا کر گاڑی کی طرف لا رہا تھا کہ کسی نے اسی حالت میں دونوں کی تصویر لے لی۔"

"خدا کرے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" نوّاب صاحب بے ساختہ بولے۔

"آپ نے یورپ کے مشہور بلیک میلر لیونارڈ کا نام سنا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں اس دوران میں اُس کے واقعات اخبار میں دیکھا کرتا تھا۔"

”تو یہ حرکت اسی کی ہے۔ آج کل وہ ہندوستان آیا ہوا ہے اور ہم لوگ اُسے گرفتار کر لینے کی فکر میں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم فریدی ہو۔“ نوّاب صاحب نے کہا۔

”کیونکہ میں نوّاب وجاہت مرزا کی زبانی سُن چکا ہوں کہ فریدی جوان آدمی ہے اور شاید میں نے آپ کی تصویر بھی ڈاکٹر شوکت کے البم میں دیکھی تھی۔“

”یہ بات ہے تو مجھے بہت ہی پوشیدہ مقام پر لے چلئے۔۔۔ میں آپ کو اپنی شکل بھی دکھادوں۔“ فریدی نے ہنس کر کہا اور ریوالور نوّاب صاحب کو واپس کر دیا۔ نوّاب صاحب اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"اچھا آؤ میرے ساتھ۔“ نوّاب صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

فریدی ان کے پیچھے چل پڑا۔

ایک چھوٹے سے خوبصورت اور عمدگی کے ساتھ سجائے ہوئے کمرے میں پہنچ کر نوّاب صاحب نے دروازہ بند کر لیا۔

"ذرا تھوڑا سا پانی منگوائیے۔" فریدی نے کہا۔

"پینے کے لیے۔" نوّاب صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔"!

نوّاب صاحب خود باہر چلے گئے اتنی دیر میں فریدی نے اپنا میک اپ بگاڑ دیا۔

واپسی پر نوّاب صاحب دروازے ہی پر ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔

"ارے۔۔۔!" ان کی زبان سے نکلا اور فریدی نے بڑھ کر پانی کا گلاس ان کے ہاتھ سے لے لیا۔

"وہی۔۔۔ بالکل ہی۔" نوّاب صاحب بڑبڑائے۔ "میں نے تمہاری تصویر غور سے دیکھی تھی۔ واقعی تم فریدی ہو۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ بیٹھو۔"

فریدی مُسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

"بھئی معاف کرنا میں نے تمہیں نادانستگی میں کافی بُرا بھلا کہا ہے۔" نوّاب

صاحب نے معذرت کی۔

"اور میں نے بھی تو محض جان جانے کے ڈر سے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے، جس کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ اب میں بالکل مطمئن ہوں۔" نوّاب صاحب نے کہا۔ "جس وقت مجھے بدمعاشوں کا خط اور غزالہ کی تصویر ملی تھی میرے دِل میں سب سے پہلے تمہارا ہی خیال آیا تھا کہ کیوں نہ تم سے مدد لوں۔"

"بہر حال میں حاضر ہوں۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"مگر واقعی تم بہت دلیر ہو۔۔۔ جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا۔"

"سب آپ بزرگوں کی دُعائیں ہیں۔"

"مجھے وجاہت مرزا کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ تم نوّاب عابد علی خاں مرحوم کے لڑکے ہو۔" نوّاب صاحب نے کہا۔ "مرحوم میرے کلاس فیلو تھے اور میرے دور کے عزیز بھی ہوتے تھے۔ ارے بھئی تم اپنے ہی بچّے ہو۔"

"اس رشتے پر مجھے مزید خوشی ہوئی۔" فریدی نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم محض شوق کی بنا پر اس محکمے میں کام کر رہے ہو۔ تمہارے والد مرحوم کو بھی سُراغ رسانی کا بڑا شوق تھا۔۔۔ آخر کیوں نہ ہو انہیں کے تو لڑکے ہو۔"

فریدی کو خوف معلوم ہوا کہ کہیں اب نوّاب صاحب والد مرحوم کی سُراغ رسانی کا کوئی واقعہ نہ سُنانے لگیں، اس لیے وہ جلدی سے بولا۔

"ہاں تو ذرا وہ خط مجھے بھی دکھایئے۔" فریدی نے کہا۔

"میں ابھی لایا۔" کہہ کر نوّاب صاحب کمرے سے چلے گئے۔

چند منٹ بعد وہ واپس آئے اور انہوں نے ایک لفافہ فریدی کی طرف بڑھا دیا۔ اُس میں ایک ٹائپ کیا ہوا خط تھا اور ایک تصویر ویسی ہی تھی جیسی غزالہ نے فریدی کو دکھائی تھی۔

فریدی خط پڑھنے لگا۔

”نوّاب صاحب۔

اپنی بیٹی کے کرتوت ملاحظہ فرمایئے۔ بے شمار تصویروں میں سے ایک روانہ ہے۔ آپ غالباً اس آدمی کو بھی پہچانتے ہوں گے۔ یہ تصویریں سوئٹزرلینڈ میں لی گئی تھیں۔ میں نے ان تصویروں کی قیمت بیس لاکھ روپیہ رکھی تھی۔ آپ کی صاحب زادی بجائے اس کے آپ سے مشورہ کرتیں، خفیہ پولیس کے پاس جا پہنچیں۔ حالانکہ انہیں اس معاملے میں کافی محتاط رہنے کی ہدایت کی تھی۔ مجبوراً ہمیں انہیں گرفتار کرلینا پڑا۔ اگر آپ اپنی بیٹی کی واپسی ان تصویروں سمیت چاہتے ہیں تو کل رات کے نو بجے مطلوبہ رقم کے ساتھ شہر آیئے اور وکٹوریہ پارک میں وکٹوریہ کے بُت کے پیچھے ملیے۔ آپ کو تصاویر مع نیگیٹو واپس مل جائیں گی اور آپ کی صاحبزادی بھی رہا کردی جائیں گی۔ مگر واضح رہے کہ اگر آپ نے بھی کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو پھر نتیجے کے آپ خود ذمّہ دار ہوں گے۔ اس سلسلے میں آپ کی جان بھی جاسکتی ہے اور آپ کی صاحبزادی کی عزّت بھی۔ روپیہ ہمیں کل ملنا چاہیے، ورنہ دیر ہونے کی صورت میں پھر آپ کو

موجودہ رقم کا ڈیڑھ گنا ادا کرنا پڑے گا۔ جب آپ مطلوبہ رقم لے کر آئیں تو آپ کو تنہا ہونا چاہیے۔ ایک بار پھر متنبّہ کیا جاتا ہے کہ کافی احتیاط سے کام لیا جائے۔"

فریدی خط پڑھ کر کچھ دیر تک خیالات سے الجھا رہا پھر دفعتاً بولا۔

"سب سے پہلے تو میں آپ کو آپ کی صاحبزادی کی بے گناہی پر مبارک باد دیتا ہوں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" نوّاب صاحب نے کہا۔

"بدمعاشوں کے پاس اس تصویر کے علاوہ اور کوئی دوسری تصویر نہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"یہی تصویر مجھے غزالہ خانم نے بھی دِکھائی تھی اور یہی تصویر انہیں سوئٹزر لینڈ میں بھی ملی تھی۔ اس کا مطلب یہ کہ بدمعاشوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی تصویر نہیں اور اس کا سو فیصدی مطلب یہی ہے کہ اس تصویر کے بارے میں

غزالہ خانم کا بیان صحیح ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" نوّاب صاحب نے کہا۔ "مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔ غزالہ لاکھ آزاد خیال سہی، مگر وہ اتنا نہیں گر سکتی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر گلو خلاصی کس طرح ہو۔ بیس لاکھ روپیہ کم از کم میرے بس کی بات نہیں۔"

"کوشش تو یہی کی جائے گی کہ یونہی کام چل جائے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن میں نے بھی یہ خط دیکھ کر جو اسکیم بنائی ہے اس کے تحت آپ کو کافی محتاط رہنا پڑے گا۔"

"وہ کس طرح۔" وہ بے چینی سے بولے۔

"میں آپ کا بھیس بدل کر جاؤں گا۔۔۔ اور آپ کو یہاں اس وقت تک بند رہنا پڑے گا جب تک کہ میری طرف سے آپ کو کوئی اِطّلاع نہ ملے۔ آپ کو یہاں اس طرح چھُپے رہنا پڑے گا کہ محل کے کسی فرد کو بھی آپ کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔"

”اچھی طرح سمجھ گیا۔۔۔ لیکن اگر بد معاشوں کو اس کا علم ہو گیا تو کیا ہو گا۔ وہ لوگ کافی چالاک معلوم ہوتے ہیں۔“

”اوّل تو انہیں علم ہی نہ ہونے پائے گا کیونکہ میں اس کے لیے شہر میں اچھا خاصا جال بچھا کر آیا ہوں۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اور اگر انہیں علم ہو بھی گیا تو کوئی اور صورت نکالی جائے گی۔“

”بہر حال بھئی اب تم جانو۔۔۔ میں تو کافی مطمئن ہو گیا ہوں۔“

”اچھا یہ بتائیے کہ آپ جب شہر جاتے ہیں تو کس ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”گرین میں۔“ نوّاب صاحب نے جواب دیا۔

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”تو غزالہ کب تک یہاں پہنچ جائے گی۔“ نوّاب صاحب بولے۔

اس کے متعلّق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جب آپ کو مبارک باد کا کوئی تار ملے تو سمجھ لیجئے کہ غزالہ محفوظ ہے اور میں خود اس کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اس عرصے میں آپ کو قطعی خاموش رہنا پڑے گا۔ آپ شہر آ کر مجھ سے ملنے کی بھی کوشش نہ کیجئے گا۔"

"بہت اچھا۔۔۔ جیسا تم کہہ رہے ہو ویسا ہی کروں گا۔" نوّاب صاحب نے کہا۔

"تو کیا تم صُبح ہی جاؤ گے۔"

"جی ہاں۔۔۔!" فریدی بولا۔ "اور اس وقت میں ساری تیّاریاں مکمل کر لوں گا۔ فی الحال آپ مجھے اپنے لباس کے چند وہ جوڑے عنایت فرمایئے جنہیں آپ عام طور پر پہنا کرتے ہیں اور دو بڑے سوٹ کیس بھی۔ ایک میں کپڑے رکھوا دیجئے اور دوسرا خالی رہنے دیجئے۔"

"بہت اچھا۔۔۔ میں ابھی جا کر انتظام کرتا ہوں۔" نوّاب صاحب جانے کے لیے مُڑے۔

”ٹھہریئے۔۔۔ان انتظامات کی بھنک بھی کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ تم اطمینان رکھو۔“

نوّاب صاحب چلے گئے اور فریدی نے صوفے پر گر کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا دماغ بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

شکار

دوسرے دِن صُبح فریدی نوّاب رشید الزّماں کے بھیس میں محل سے نکلا اور کار میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر پہنچ کر اس نے ٹیکسی کی اور گرین ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل کا منیجر شاید نوّاب رشید الزّماں سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس لیے اس نے اس کا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور اس بار اس طرح تنہا آنے پر اظہار تعجّب کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔

دِن بھر فریدی اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ شام ہوتے ہی وہ پھر ہوٹل واپس آ گیا۔ اس دوران میں اس نے کئی بار محسوس کیا کہ ایک آدمی اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور یہ شخص پرنس عدنان تھا۔ فریدی دل ہی دل میں مُسکراتا رہا۔ اس چیز سے اس نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ لیونارڈ کے پاس اس خاص کام کے لیے شاید یہی ایک آدمی ہے۔ اُس نے اس معاملے میں زیادہ راز داں نہیں بنائے۔ اس خیال کے آتے ہی اُسے اپنی کامیابی اور زیادہ یقینی معلوم ہونے لگی۔

تقریباً آٹھ بجے وہ ایک سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے ہوئے ہوٹل کے باہر آیا اور ٹیکسی کر کے وکٹوریہ پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔ پارک میں بالکل سنّاٹا تھا۔ سردی اتنی پڑ رہی تھی کہ پارک میں اس وقت رُکنے کی ہمّت کرنا آسان کام نہ تھا۔ فریدی ایک کُنج میں گھِرے ہوئے وکٹوریہ کے بُت کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور ایک سگریٹ سلگا کر لمبے لمبے کش لینے لگا۔ تقریباً نو بجے اُسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آنے والے نے اپنے کوٹ کے کالر سے اپنا چہرہ چھُپا رکھا تھا۔ لیکن فریدی نے اُس کے انداز سے پتہ لگا لیا کہ وہ

پرنس عدنان ہے۔ فریدی یونہی لاپرواہی سے سگریٹ پیتا رہا۔

پرنس عدنان اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ بُڑ بُڑا رہا تھا۔

"لوگوں نے اس پارک کو بھی عیاشی کا اڈّہ بنالیا ہے۔ بھلا کوئی تُک ہے اتنی رات گئے یہاں۔"

اس نے یہ سب اس انداز میں کہا جیسے وہ کوئی پولیس آفیسر ہے۔

"کہیے جناب آپ کون ہیں۔۔۔ اور اس وقت یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔" انہوں نے فریدی سے پوچھا۔

"آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔" فریدی نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"میں ابھی بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟" عدنان نے کہا۔ "یہ اُسی وقت تمہاری سمجھ میں آئے گا جب تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ ابھی کل ہی یہاں پر ایک نوجوان لڑکی بے ہوش پائی گئی ہے۔۔۔ کم بختوں نے عیاشی کا اڈّہ بنالیا ہے اِس پارک کو۔"

”مم۔۔۔ میں۔۔۔!“ فریدی ہکلانے لگا۔ ”میں۔۔۔ مم۔۔۔ مسافر ہوں۔“

”مسافر ہو تو کسی ہوٹل وغیرہ میں جاؤ۔۔۔ یہاں بیٹھے کیوں جھک مار رہے ہو۔“ پرنس عدنان نے کہا۔

”کیا بتاؤں صاحب۔۔۔ اسٹیشن پر جیب کٹ گئی۔“ فریدی نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ اب اِس وقت کہاں جاؤں۔“

پرنس عدنان ہنسنے لگا۔

”بہت اچھے نوّاب رشید الزّماں صاحب۔“ وہ ہنستا ہوا بولا۔ ”آپ اپنی لڑکی سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔“

”کہیئے رقم لائے ہیں۔“

”میری بیٹی کہاں ہے۔“ فریدی بے اختیار بولا۔

”گھبرائیے نہیں۔۔۔ وہ آپ تک بحفاظت تمام پہنچ جائے گی۔ تصویریں نیگیٹو

سمیت میں اپنے ساتھ ہی لیتا آیا ہوں۔۔۔لڑکی آپ کو اُس وقت ملے گی جب ہم لوگ روپیہ گِن کر اطمینان کر لیں گے۔"

"اگر میری لڑکی کو ذرّہ برابر بھی ضرر پہنچا تو یاد رکھنا کہ بیس لاکھ کے بجائے تم لوگوں سے چالیس لاکھ وصول کر لوں گا۔ ابھی تم لوگ مجھے نہیں جانتے۔"

فریدی نے کہا اور سوٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ پرنس عدنان نے سوٹ کیس ہاتھ میں لے کر تولا اور پھر زمین پر رکھ دیا۔

"اس میں ہزار ہزار کے نوٹ ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔۔۔ یہ لیجئے تصویریں۔۔۔!" پرنس عدنان نے فریدی کے ہاتھ میں ایک لفافہ دے دیا۔ فریدی نے تصویریں نکال کر دیکھیں۔ اُن میں نیگیٹو بھی موجود تھا۔ اس نے لفافہ جیب میں رکھ لیا۔

"میں کس طرح یقین کر لوں کہ تم نے ساری تصویریں دے دیں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آپ یقین کیجیۓ کہ ہم لوگ معاملے کے پکّے ہیں۔" پرنس عدنان نے سوٹ کیس اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم لوگ کس طرح یقین کر لیں کہ اس سوٹ کیس میں پوری رقم ہے۔"

"اس کا تمہیں یقین ہونا چاہیے۔" فریدی نے کہا۔ "ایسی صورت میں جب کہ میری لڑکی تم لوگوں کی قید میں ہے، میں تمہیں کس طرح دھوکا دے سکتا ہوں۔"

"ہاں یہ بات قاعدے کی ہے۔" پرنس عدنان نے کہا۔ "اچھا کل شام تک آپ کی لڑکی بحفاظت تمام آپ تک پہنچ جائے گی۔"

پرنس عدنان جانے کے لیے مُڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے اُچھل کر اُسے دبوچ لیا۔ پرنس عدنان نے اُس کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کی لیکن فریدی نے دو تین بار اُس کا سر سنگِ مرمر کے اس چبوترے سے ٹکرا دیا جس پر وکٹوریہ کا بُت نصب تھا۔

پرنس عدنان بے ہوش ہو گیا۔

دو گھنٹے کے بعد فریدی اُسی شراب خانے کے ایک تہہ خانے میں نظر آیا۔ جہاں وہ داراب نگر کے لیے روانہ ہوا تھا۔ وہ شراب خانے کے منیجر کی مدد سے بے ہوش پرنس عدنان کو ایک ستون میں باندھ رہا تھا۔

"انسپکٹر صاحب۔۔۔ واقعی آپ بھی بلا کے آدمی ہیں۔" شراب خانے کا منیجر بولا۔

"اگر میں بلا کا آدمی نہ ہوتا تو شاید تمہارے ہاتھوں مجھے قبر میں سونا پڑتا۔" فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

"اس میں شک نہیں۔" منیجر نے کہا۔ "اگر آپ کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کا یہی انجام ہوتا مگر آپ کو تو اُستاد کہہ ہی چکا ہوں۔"

"اچھا میرے شاگرد۔۔۔ لیکن تُم نے اب بہت بے دردی سے ناجائز شراب بیچنی شروع کر دی ہے۔ ذرا احتیاط سے۔"

”میرا دعویٰ ہے کہ سوائے آپ کے اور کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا۔“منیجر نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”یہی مطلب تھا۔“ فریدی نے کہا اور پرنس عدنان کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

”آخر یہ معاملہ کیا ہے۔“منیجر نے کہا۔

”معاملہ بہت اُلجھا ہوا ہے۔ سُلجھ جانے کے بعد بتاؤں گا۔۔۔ لیکن تم اس کی اچھی طرح حفاظت کرنا یہ نکل کر نہ جانے پائے ورنہ نتیجہ کے تم ذمہ دار ہو گے۔“

”ارے بھلا ایسی کیا بات ہے۔۔۔ یہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔“منیجر نے کہا۔

پرنس عدنان ہوش میں آ گیا تھا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

فریدی اس کی طرف مُسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

”نوّاب رشید الزّماں نے مجھے دھوکا دیا۔“ پرنس عدنان انگریزی میں بڑبڑایا۔

”تم بالکل ٹھیک سمجھے۔“ فریدی نے اردو میں کہا۔

”میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا۔۔۔ کیا تم انگریزی میں بات نہیں کر سکتے۔“ عدنان نے کہا۔

”میری زبان تو تم ایسی سمجھتے ہو جیسے کہ چاہیے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر تُم کہو تو تمہاری مادری زبان گجراتی میں گفتگو کروں۔“

پرنس عدنان چونک پڑا۔

”چونکو نہیں مسٹر جمشید۔۔۔ تم دوسروں کی آنکھ میں دھول جھونک سکتے ہو میری آنکھ میں نہیں۔“

”میں کچھ نہیں سمجھ رہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ عدنان غصّے میں بولا۔ ”تم عراق کے ایک شہزادے کی توہین کر رہے ہو۔ تمہاری حکومت کو اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔“

”ٹھیک کہہ رہے ہو مسٹر جمشید۔“ فریدی انگریزی میں بولا۔ ”ہماری حکومت عرصہ سے تمہاری تاک میں ہے۔“

”کیا بکواس ہے۔۔۔ کون جمشید۔۔۔ کیسا جمشید۔۔۔ تمہیں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”جناب۔۔۔ مجھے تو عموماً غلط فہمی ہی ہوا کرتی ہے۔ تم سمجھے تھے کہ شاید میں تمہاری اس تصویر والی دھمکی سے ڈر کر تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔“

”کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔ مجھے فوراً کھول دو، ورنہ اچھا نہ ہو گا۔“ عدنان نے کہا۔

”اگر میں تمہیں یہاں سے رہا بھی کر دوں تو شُبے کے تحت تمہیں حوالات میں رہنا پڑے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو۔۔۔ میرے پاس تمہارے سیاہ کارناموں کا پورا ریکارڈ موجود ہے اور تمہاری انگلیوں کے نشانات بھی جو میں نے اس کاغذ سے حاصل کیے تھے، جو تم چھپنے کے لیے نیو اسٹار دفتر میں دے آئے تھے۔“

عدنان کے چہرے پر پسینہ پھوٹ آیا۔

”سب بکواس ہے۔“ وہ پھر چیخا۔

”خیر بکواس ہی سہی۔“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ ”یہ بتاؤ لیونارڈ کہاں ہے۔“

لیونارڈ کے نام پر پرنس عدنان بُری طرح چونک پڑا اور حیرت سے فریدی کو گھورنے لگا۔

”اِس طرح گھورنے سے کام نہ چلے گا۔ یہ تو تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اِس وقت تم حکومت کی حراست میں نہیں بلکہ ذاتی طور پر براہِ راست میری حراست میں ہو۔ میں اس راز کو اُگلوانے کے سلسلے میں تمہیں قتل کر دینے سے بھی گریز نہ کروں گا۔“

فریدی کے چہرے پر عجیب قسم کے سفّاکانہ آثار پیدا ہو گئے۔ جنہیں دیکھ کر شراب خانے کا منیجر کانپ گیا۔

”انگیٹھی میں کوئلے دہکاؤ۔“ فریدی نے منیجر کی طرف دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں

کہا۔

”بہت بہتر۔“ کہہ کر منیجر چلا گیا۔

”میں لوہا سُرخ کر کے تمہارے جسم پر اتنے داغ ڈالوں گا کہ سیاہ ہو کر رہ جاؤ گے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن آخر کیوں۔۔۔ میری حکومت۔۔۔“!

”چپ رہو حکومت کے بچّے۔“ فریدی گرج کر بولا۔ ”جو میں پوچھتا ہوں اُس کا صحیح صحیح جواب دو، ورنہ ابھی ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“

”میں نہیں جانتا۔“ عدنان نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

اتنی دیر میں منیجر دہکتی ہوئی انگیٹھی لے کر آ گیا۔

”اس میں سُرخ ہونے کے لیے لوہے کی ایک سلاخ ڈال دو۔“ فریدی نے منیجر سے کہا۔

عدنان سر سے پیر تک کانپ اٹھا۔

فریدی سُرخ ہوتی ہوئی سلاخ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ سلاخ کے سُرخ ہو جانے پر فریدی اُسے انگیٹھی سے نکال کر آہستہ آہستہ عدنان کی طرف بڑھنے لگا۔

"میں مجرم ہوں۔۔۔ مگر تمہیں اس کا حق حاصل نہیں۔" عدنان خوف زدہ آواز میں چیخا۔

"یہاں اس تہہ خانے میں مجھے ہر طرح کا حق حاصل ہے۔" فریدی نے بے دردی سے کہا اور جلتی ہوئی سلاخ اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ عدنان بلبلا اٹھا اور شراب خانے کا منیجر منہ پھیر کر دوسری طرف ہٹ گیا۔

"میں تمہیں اسی طرح داغ داغ کر دوں گا۔"

"لیکن تمہاری یہ حرکت بے ضابطہ ہے۔" عدنان اپنی مادری زبان گجراتی میں چیخا۔

"شاباش میرے بیٹے۔ آخر تم عدنان سے جمشید ہو ہی گئے۔ اب جلدی سے یہ بھی

بتادو کہ لیونارڈ کہاں ہے۔" فریدی نے سلاخ کو دوبارہ انگیٹھی میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔"!

"پھر وہی۔۔۔"!

"مقدس آگ کی قسم میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا۔"

"تم جھوٹے ہو۔"

"اب میں تمہیں کسی طرح یقین نہیں دِلا سکتا۔" عدنان نے جلے ہوئے نشان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اس کے احکامات تم تک کیسے پہنچتے ہیں۔"

"ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔"

"ٹھیک۔۔۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جس عمارت میں تم رہتے ہو، اس میں ٹرانسمیٹر کہاں لگا

ہوا ہے۔"

"میرے سونے کے کمرے میں۔"

"تمہارے ملازم کو تمہاری حرکات کی اطلاع ہے یا نہیں۔"

"صرف ایک کو۔"

"اس کا نام کیا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"راجو۔۔۔"!

"تم لوگوں کا اس مکان پر کب سے قبضہ ہے۔"

"تقریباً دس سال سے۔"

"لیونارڈ کے پروگرام سے تمہارے علاوہ کوئی اور بھی واقف ہے۔"

"نہیں۔۔۔"!

"غزالہ کہاں قید ہے؟"

”مجھے نہیں معلوم۔“

”تم جھوٹ بکتے ہو۔“

”مجھے نہیں معلوم کہ لیونارڈ نے اُسے کس طرح غائب کیا ہے اور کہاں رکھا ہے۔“

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ عدنان بار بار اپنا ہاتھ سینے کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔

فریدی نے جھپٹ کر اس کے چسٹر کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس کے سینے پر کوئی سخت سی چیز بندھی معلوم ہوئی۔ فریدی نے اسے کھینچ کر باہر نکال لیا یہ ایک چپٹا سا ٹرانسمیٹر تھا۔

”اوہ تو یہ کہیے آپ اپنی گرفتاری کی اطلاع لیونارڈ کو دینے جا رہے تھے۔“

فریدی نے ٹرانسمیٹر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا جرمنی کے جاسوس دوران جنگ استعمال کیا کرتے تھے۔“

عدنان کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب اُسے اپنی زندگی کی کوئی اُمّید نہ رہ گئی ہو۔

"اچھا شاگرد صاحب۔" فریدی نے ہوٹل کے منیجر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب میں چلتا ہوں۔۔۔اس پر کڑی نظر رکھنا۔"

فریدی اور منیجر عدنان کو تہہ خانے میں چھوڑ کر اوپر آ گئے۔

پُراسرار مکان

تھوڑی دیر بعد فریدی کمرے سے نکلا اور اس نے اپنا چہرہ چسٹر کے کالر میں چھپا رکھا تھا۔ شراب خانے کے باہر آکر اس نے چسٹر کے کالر گرادیئے۔ وہ پرنس عدنان کے روپ میں تھا۔ اس نے فٹ پاتھ پر چند منٹ کھڑے ہو کر کچھ سوچا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پرنس عدنان کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

پرنس عدنان جس مکان میں رہ رہا تھا وہ ایک بہت پرانی عمارت تھی، اس کے متعلّق عام طور پر مشہور تھا کہ وہاں بدروحوں کا سایہ ہے۔ اس سے قبل یہاں ایک بہت ہی مال دار آدمی رہتا تھا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ اس کے متعلّق مشہور تھا کہ

وہ اس مکان میں رہنے والے بھُوتوں ہی کی مدد سے مالدار ہو گیا ہے۔ یہ عمارت دراصل شاہی وقتوں کی تھی اور شہر کے ایک نوّاب خاندان سے تعلّق رکھتی تھی۔ کسی وجہ سے اس خاندان والوں نے اُسے فروخت کر دیا تھا۔ وجہ خواہ کچھ رہی ہو لیکن عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس کی فروختگی کا باعث دراصل بھُوتوں ہی والا معاملہ تھا۔ جس شخص نے اسے خریدا تھا اس نے اسے کرائے پر اٹھا دیا۔ کرایہ دار جو مکان میں چند نوکروں کے ساتھ تنہا رہتا تھا ایک دِن صُبح اپنے کمرے میں مُردہ پایا گیا۔ اس واقعے سے اس مکان کے بھُوتوں کی شہرت میں اور اضافہ ہو گا۔

پھر اس مکان کو پرنس عدنان نے کرائے پر لیا اور وہیں رہنے لگا۔ مکان یوں بھی اپنی قدامت کی وجہ سے کچھ پُر اسرار سا لگتا تھا۔ پھر بھُوتوں والے معاملے نے اُسے اور بھی خوفناک بنا دیا۔ پرنس عدنان جب اسے کرائے پر لے رہا تھا تو قرب وجوار کے لوگوں نے اُسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے ہنس کر ٹال دیا تھا۔

فریدی اس عمارت کے سامنے پہنچ کر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ صدر دروازہ پر ایک بہت زیادہ پاور کا بلب روشن تھا۔ ایک طرف ایک چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر آگے بڑھا۔ اس کے قدم ایک ایسے شرابی کی طرح لڑکھڑا رہے تھے جو بہت زیادہ پی گیا ہو۔ اس نے چوکیدار کے پاس پہنچ کر اُسے ٹھوکر رسید کر دی وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔

"سؤر کا بچّہ سوتا ہے۔" فریدی بگڑے ہوئے ہندوستانی لہجے میں چیخا۔

"نہیں تو حضور۔۔۔!" چوکیدار نے سہم کر جواب دیا۔

"حضور کا بچّہ۔۔۔ اُلّو کا پٹھا۔" فریدی بڑبڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اب اس نے بھدّی اور بے ہنگم آواز میں ایک انگریزی گانا شروع کر دیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کی آواز سے ساری عمارت گونج رہی ہو۔ شور سن کر دو توانا اور تندرست آدمی اس کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔

"کیا بات ہے سردار۔۔۔" ایک آدمی نے گجراتی زبان میں پوچھا۔

”تمہارا سر۔۔۔!“ فریدی نے بھی گجراتی زبان میں جھلّا کر کہا۔

”آیئے۔۔۔ میں آپ کو آپ کے سونے کے کمرے میں پہنچا دوں۔“ پہلا آدمی بولا۔

”ابے او گدھے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔“ فریدی جھومتا ہوا بولا۔ ”میں مرغی کا بچّہ ہوں کیا سمجھا۔۔۔ مجھے میرے ڈربے میں پہنچا دے۔“

دونوں آدمیوں نے مُسکرا کر سر جھکا لیا۔

اچھا تم دونوں مُسکراتے ہو۔ فریدی نے جیب سے پستول نکال کر کہا۔ ”ہینڈز اپ“!

دونوں گڑگڑاتے ہوئے اس کے قدموں پر ِگر پڑے۔

فریدی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔

”اٹھو۔۔۔!“ وہ گرج کر بولا۔ ”تم دونوں میرے باپ ہو۔“

وہ دونوں کھڑے ہو کر کانپنے لگے۔

"جاؤ۔۔۔راجو کو بلالاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"راجو۔۔۔!" دونوں نے بیک وقت کہا اور حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہاں۔۔۔ہاں۔۔۔راجو۔۔۔!" منیجر جھومتا ہوا بولا۔

"کون راجو۔۔۔!" ایک نے کہا۔

"تم راجو کو نہیں جانتے۔۔۔تب تم کالی بلّی کی اولاد معلوم ہوتے ہو، جاؤ اُسے فوراً بُلالاؤ۔۔۔ورنہ میں تم دونوں کو ختم کر دوں گا۔"

"سردار۔۔۔ہم نہیں جانتے راجو کون ہے۔" ایک بولا۔

فریدی سوچ میں پڑ گیا کہ پرنس عدنان نے صرف راجو والی بات جھوٹ کہی تھی۔ اگر وہ شرابی کا رول نہ کر رہا ہوتا تو اس وقت شامت ہی آگئی تھی۔ وہ

سوچنے لگا کہ کہیں ٹرانسمیٹر والی بات بھی غلط نہ ہو۔

"تم لوگ بالکل گدھے ہو، جو راجو کو نہیں جانتے۔" فریدی نے کہا۔ "راجو میری جان، میری محبوبہ ہے۔ ابھی وہ آر لکچنو میں میرے ساتھ شراب پی رہی تھی۔"

"یہ بات ہے۔" ایک مُسکرا کر بولا۔ "آپ ہمیں اس کے گھر کا پتہ بتایئے۔۔۔ ہم ابھی اُسے اٹھالاتے ہیں۔"

"وہ جنّت میں رہتی ہے۔" فریدی نے لڑکھڑا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ گر پڑا۔

"سردار۔۔۔ سردار۔۔۔!" دونوں اس پر جھکتے ہوئے بیک وقت چیخے۔

"بے ہوش ہوگئے۔" ایک نے کہا۔

"کبھی اتنی نہیں پیتے تھے۔۔۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔" دوسرا بولا۔

"کوئی عورت ساتھ تھی نا۔" پہلا مُسکرا کر بولا۔ "چلو انہیں اٹھا کر ان کے سونے

کے کمرے میں ڈال آئیں۔"

دونوں فریدی کو اٹھا کر سونے کے کمرے میں لائے اور کوچ پر لِٹا دیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر یونہی لیٹے رہنے کے بعد فریدی اٹھا اور کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ یہ ایک مغربی طرز پر آراستہ کیا ہوا کمرہ تھا۔ سونے کے پلنگ کے قریب ایک چھوٹی سی میز پر ایک ریڈیو رکھا ہوا تھا۔ فریدی کو ٹرانسمیٹر کی تلاش تھی۔ اس نے کمرے کا کونہ کونہ چھان مارا مگر ٹرانسمیٹر کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہ سوچنے لگا۔۔۔ خیر کچھ پرواہ نہیں۔ اب تو پرنس عدنان اس کی قید ہی میں ہے۔ اگر وہ آج سیدھی طرح نہیں بتا سکا تو کیا ہوا کل اس کی کھال کھینچ لی جائے گی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یک بیک میز پر رکھے ہوئے ریڈیو میں ہلکی ہلکی سی کھرکھراہٹ پیدا ہونے لگی۔ وہ چونک پڑا۔ ریڈیو خودبخود کیسے چلنے لگا۔ وہ جھپٹ کر ریڈیو کے قریب پہنچا۔ اب ریڈیو میں سے کسی آدمی کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ بولنے والا انگریزی میں کہہ رہا تھا۔

"تم نے ابھی تک مطلع نہیں کیا۔۔۔ تیسری بار تمہیں مخاطب کر رہا ہوں۔۔۔

جواب دو۔۔۔ کہ کیا ہوا۔۔۔ دوپہر کو تم نے اِطّلاع دی تھی کہ وہ آ گیا ہے۔"

فریدی غور سے ریڈیو کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اس کا ہاتھ ایک جگہ پڑا اور ایک کھٹکے کے ساتھ ریڈیو میں ایک خانہ سا کھل گیا جہاں فریدی کا ہاتھ لگا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا اور سرسری طور پر دیکھنے پر نظر نہ آنے والا ایک سوئچ لگا ہوا تھا۔ فریدی نے سوئچ دبا دیا اور خانہ پھر بند ہو گیا۔ اس نے خانے کو پھر کھولا اور منہ لگا کر کہنے لگا۔

"میں نے زبردست دھوکا کھایا۔۔۔ کم بخت نے سادے کاغذوں کے اوپر کچھ نوٹ جما رکھے تھے۔۔۔ نوٹوں کی گڈیوں میں اوپر نیچے نوٹ اور درمیان میں سادہ کاغذ تھا۔"

"تصویروں کا کیا ہوا۔۔۔!" ریڈیو سے آواز آئی۔

"نیگیٹو سمیت لے گیا۔" فریدی نے کہا۔

"تم نِرے احمق معلوم ہوتے ہو۔" ریڈیو سے آواز آئی۔ "کیا لڑکی بھی واپس کر

دی۔"

"نہیں۔۔۔!" فریدی نے کہا۔ "یہ میری پہلی غَلَطی ہے اُمّید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"خیر جانے دو۔۔۔!" ریڈیو سے آواز آئی۔ "لڑکی کو احتیاط سے رکھنا اور اگر ممکن ہو تو اس گدھے کو بھی اڑالاؤ۔۔۔ اور ہاں فریدی سے ہوشیار رہنا۔"

"وہ بُری طرح میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔۔۔ اگر حکم ہو تو اُسے قتل کر دیا جائے۔" فریدی نے کہا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔۔۔ میں اس کا معقول انتظام کر رہا ہوں۔" ریڈیو سے آواز آئی۔

فریدی نے مُسکرا کر سر ہلایا اور بولا۔۔۔ "کل دِن میں آپ سے گفتگو نہ کر سکوں گا۔۔۔ میرا ارادہ ہے کہ اس نوّاب کے بچّے کو ایک اچھا سبق پڑھاؤں۔"

"اسے سبق دینے کا سب سے آسان طریقہ تمھیں بتاتا ہوں۔" ریڈیو سے آواز

آئی۔ ”لڑکی تمہارے قبضے میں ہے ہی، کسی کے ساتھ اُس کی تصویر کھینچ کر اسے رہا کر دو اور تصویر کی ایک ایک کاپی اُس کے ہر عزیز کے پاس بھجوا دو۔“

فریدی اُلجھن میں پڑ گیا۔ عدنان نے کہا تھا کہ اُسے لڑکی کے اغواء کے متعلّق کچھ معلوم ہی نہیں۔ لیونارڈ نے براہِ راست اُسے غائب کر دیا تھا اور اُسی نے اسے کہیں رکھا بھی تھا۔

”آپ کی یہ تدبیر بہت عمدہ ہے۔ ایسا ہی کیا جائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور کوئی حکم۔“

”نہیں اب بس کل رات کو پھر گفتگو ہو گی۔“ ریڈیو سے آواز آئی اور کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ فریدی نے خانہ بند کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر غزالہ کا پتہ کیسے لگائے۔ اگر وہ اسی مکان میں کسی جگہ قید ہے۔ تب تو بآسانی سے پتہ چل جائے گا اور اگر یہاں نہ ہوئی تو اس کے لیے اسے دوبارہ عدنان کے ساتھ سختی کرنی پڑے گی۔ اس نے عدنان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا تھا وہ اسے قطعی پسند نہ

تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہ تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس قسم کے لوگ تشدّد ہی کے ذریعہ قابو میں آتے ہیں اور بعض اوقات تو تشدّد بھی انہیں راہ راست پر لانے کے لیے بے کار ثابت ہوتا ہے۔

فریدی رات بھر جاگتا رہا۔ جب مکان کے سارے لوگ سو گئے تو وہ اٹھا اور مکان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ مگر غزالہ کا سُراغ نہ ملا۔

فریدی پاگل ہو گیا

دوسرے دِن صُبح فریدی اپنے گھر پہنچا۔ اُس نے حمید کو پہلے ہی اِطّلاع بھجوادی تھی اوراب اس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ حمید کی عدم موجودگی میں گھر اُسے کچھ اچھا نہ لگ رہا تھا۔ ناشتے کی میز پر پہنچ کر بھی اس نے حمید کی کمی شدّت سے محسوس کی۔

"کیوں بھئی۔۔۔ یہ بنگالی رس گُلے کہاں سے آئے تھے۔" فریدی نے میز کے قریب کھڑے نوکر سے پوچھا۔ اُسے بنگالی رس گُلے بے حد مرغوب تھے۔

"چیف صاحب نے آپ کے لیے بھجوائے ہیں۔" نوکر نے جواب دیا۔

فریدی نے رس گُلا اٹھایا۔ لیکن پھر فوراً ہی رکھ دیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر بولنے والے کے الفاظ اب تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے اور پھر آج سے پہلے کبھی چیف انسپکٹر صاحب نے اتنی مہربانی نہ کی تھی۔ فریدی نے ایک رس گُلا اُٹھا کر قریب بیٹھے ہوئے کتّے کے آگے ڈال دیا۔ کتّا اسے کھا کر دوبارہ فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی چائے کے گھونٹ لے لے کر بغور اُسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد دفعتاً کتّا چونکا اور قد آدم آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر اُس پر جھپٹا۔ وہ آئینے کے سامنے اِس طرح اُچھل کود رہا تھا جیسے کسی دوسرے کتّے سے لڑ رہا ہو۔ فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مُسکراہٹ پیدا ہوئی۔ وہ اُٹھا اور کمرے سے نکل آیا۔ دو نوکروں نے کتّے کے شور کے متعلّق اس سے پوچھا۔ لیکن اُس نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس نے ایک چوہا پکڑ لیا ہے۔ اُس نے دوسرے کمرے میں جا کر پستول نکالا اور پھر کمرے میں لوٹ آیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کتّا پاگل ہو گیا ہو۔۔۔ فریدی نے پستول چلا دیا۔ کتّے نے ایک جست لگائی اور زمین پر آ

رہا۔ گولی چلنے کی آواز سُن کر کئی نوکر کمرے کی طرف دوڑ آئے۔ فریدی کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ سُرخ سُرخ آنکھیں اپنے حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ اُس نے نوکروں کی طرف دیکھ کر ایک وحشیانہ قہقہہ لگایا اور انہیں بھی گولی مار دینے کی دھمکیاں دینے لگا۔

سارے نوکر خوفزدہ ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ فریدی طرح طرح کی آوازیں نکالتا ہوا اُچھل کود کر رہا تھا۔

اتنے میں حمید آ گیا، فریدی کو اس حالت میں دیکھ کر اُسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

”کیوں بے اُلّو کے پٹھّے تو ہنس کیوں رہا ہے۔“ فریدی نے چیخ کر کہا۔

حمید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ فریدی نے آج تک اس سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کی تھی۔

”ابے بولتا کیوں نہیں۔“ فریدی پھر چیخا۔

اس بار حمید سر سے پیر تک لرز گیا۔ اس نے فریدی کی آنکھوں میں ایک بہت ہی

بھیانک قسم کی چمک دیکھی۔

"ابے بول۔۔۔!" فریدی پھر گرجا۔

"کیا بولوں۔۔۔!" حمید نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"ابے وہی بول جو تُجھے شیطان کی خالہ نے سکھایا ہے۔" فریدی چیخا۔ "ابے بول بندر کی اولاد کوڑیالے سانپ کے بھانجے۔"

حمید کو پھر ہنسی آگئی اور فریدی نے جیب سے پستول نکال کر فائر کر دیا۔ گولی حمید کے داہنے کان کے قریب سے نکل گئی۔

حمید بد حواس ہو کر بھاگا۔۔۔ فریدی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ حمید نے غسل خانے میں گھُس کر دروازہ بند کر لیا۔ فریدی دروازہ پیٹنے لگا۔

"ابے او ٹماٹر کے خالو۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔ ورنہ کچّا کھا جاؤں گا۔" فریدی چیخا۔

گھر کے سارے ملازمین اُس کی یہ حالت دیکھ کر اِدھر اُدھر چھپتے پھِر رہے تھے۔

”اچھا بیٹا۔۔۔ نہ کھولو۔۔۔ دفتر سے لوٹ کر تمہاری مرمّت کروں گا۔“ فریدی نے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

اس نے پائجامہ اور قمیص پر ٹائی باندھی، ایک پیر میں کالا جوتا پہنا اور دوسرے میں کھتئی اور سر پر گاندھی کیپ رکھ کر دفتر پیدل ہی چل دیا۔

راستے بھر لوگ اُسے دیکھ دیکھ کر ہنستے رہے۔۔۔ اور وہ انہیں منہ چڑاتا رہا۔

دفتر میں گھُستے ہی اس نے ہلّڑ مچانا شروع کر دیا۔

”آئی ایم دی مارک آف آل آئی سروے۔“ وہ چیخ چیخ کر گا رہا تھا۔

دفتر کا سارا عملہ اُس کے گرد اکٹھا ہو گیا تھا۔ گاتے گاتے اس نے ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرا سر پر اور انگریزی گانا گاتا ہوا ہندوستانی انداز میں ٹھمک ٹھمک کر ناچنے لگا۔ لوگ کھڑے ہنس رہے تھے۔ بہتیروں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید اُس نے سُراغ رسانی کے سلسلے میں کوئی نیا بہروپ بھرا ہے۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ حمید بھی دفتر پہنچ گیا۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے۔

”نہیں قطعی نہیں۔۔۔ یہ بہروپ ہرگز نہیں ہو سکتا۔“حمید نے کہا۔ ”ابھی ابھی انہوں نے مجھ پر پستول سے وار کیا تھا۔۔ اگر میں ایک طرف نہ ہو جاتا تو کھوپڑی صاف ہوگئی تھی۔“

یہ سُن کر بہتیرے لوگ ڈر کر فریدی کے پاس سے اُٹھ گئے۔

”تم آ گئے میرے بیٹے۔“ فریدی حمید کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”بھائیو میرے پہلے شوہر کی اولاد ہے۔“

پھر ایک قہقہہ پڑا اور حمید جھینپ کر وہاں سے ہٹ گیا۔

آخر کار یہ ہلّڑ اس قدر بڑھا کہ مسٹر جیکسن کو اپنے کمرے سے باہر نکل آنا پڑا۔

لوگ اُسے دیکھ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔

”ول مسٹر فریدی کیا بات ہے۔“ جیکسن نے اُسے اِس ہئیت کذائی میں دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”ول میری جان تمہارے عشق میں یہ حال ہو گیا ہے۔“ فریدی نے اس کی طرف بڑھ کر اُسے لپٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بد تمیزی ہے۔“ جیکسن اُسے ہٹاتے ہوئے گرج کر بولا۔

”مار ڈالو مری جان بس اِسی ادا پر جان جاتی ہے۔“ فریدی نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”ارے اِسے کیا ہو گیا۔“ جیکسن نے بے بسی سے کہا۔

”عشق ہو گیا ہے عشق۔۔۔“ فریدی اتنے زور سے چیخا کہ اُس کی آواز بھرّا گئی۔

جیکسن نے لوگوں کو پکارا۔۔۔ وہاں پھر مجمع لگ گیا۔

”شاید اِس نے بہت زیادہ پی لی ہے۔“ جیکسن نے کہا۔

”نہیں صاحب۔۔۔ شاید اِن کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ ایک آدمی بولا۔

”اچانک دماغ کیسے خراب ہو گیا۔“ جیکسن نے پوچھا۔

”مجھے نوکروں کی زبانی معلوم ہوا کہ صُبح ناشتے کے وقت اچانک اِن پر اِس قسم کا دورہ پڑ گیا۔ “حمید نے کہا۔ ”پہلے انہوں نے ایک کتّے کو ہلاک کر دیا اور پھر مُجھ پر بھی گولی چلائی۔ “

”ارے۔۔۔! “ جیکسن نے کہا اور خوفزدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی اب بھی کھڑا وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔

جیکسن نے لوگوں کو اشارہ کیا۔ دو تین لوگ فریدی پر ٹوٹ پڑے اور تھوڑی دیر بعد اُسے بے بس کر دیا اور پھر اُسے ایک کرسی میں باندھ دیا گیا۔

فریدی کو جتنی بھی زبانیں آتی تھیں وہ ان میں یک بعد دیگرے بے تحاشہ گالیاں بک رہا تھا۔

”کچھ یہ بھی بتا سکتے ہو کہ انہوں نے ناشتے میں کھایا کیا تھا۔ “ جیکسن نے کچھ سوچتے ہوئے حمید سے کہا۔

”میں نے اِس کے بارے میں نوکروں سے پوچھا تھا۔“ حمید بولا۔ ”ٹوسٹ، انڈے، جیلی، مکھّن اور کچھ خشک میوے۔۔۔ اور ہاں بنگالی رس گُلے جو چیف انسپکٹر صاحب نے بھجوائے تھے۔“

”میں نے۔۔۔!“ چیف انسپکٹر نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے تو نہیں بھجوائے تھے۔“

”جی۔۔۔!“ حمید نے چونک کر کہا۔

”ہاں بھئی میں نے نہیں بھجوائے تھے۔“

”اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔ یہ سب انہیں رس گُلوں کی کرامت ہے۔ یہ ضرور ان کے کسی دُشمن کی حرکت ہے۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”کیا اُن رس گُلوں میں سے کچھ بچا بھی ہے۔“ جیکسن نے کہا۔

”میرے خیال سے تو نہیں۔“

"انہیں فوراً ہسپتال لے چلنا چاہیے۔" جیکسن نے کہا۔

اس دوران میں فریدی بے ہوش ہو چکا تھا۔

لوگوں نے اسے کرسی سے کھولا اور اسٹریچر پر ڈال کر ہسپتال کی طرف لے چلے۔ چونکہ ہسپتال نزدیک ہی تھا اس لیے ان لوگوں نے پیدل ہی جانا مناسب سمجھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ فریدی اسٹریچر پر سے کود کر بھاگا۔۔۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کرنا چاہا۔ لیکن اس نے انہیں پیچ در پیچ گلیوں میں ایسے ایسے چکر دیئے کہ انہیں تھک ہار کر لوٹ ہی جانا پڑا۔

نئی دریافت

فریدی دِن بھر اِدھر اُدھر چھپتا پھرا۔ اندھیرا ہوتے ہی وہ اسی شراب خانے میں پھر جا پہنچا۔ اس نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح پرنس عدنان سے غزالہ کا پتہ معلوم ہو جائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تھک ہار کر اس نے اپنے مقبوضہ کمرے کا رخ کیا۔ وہاں اس نے پرنس عدنان کا بھیس بدلا اور اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آج اس نے شرابیوں کی نقل نہیں کی۔ پھاٹک ہی پر اُسے وہی دِنوں آدمی دکھائی دیئے، جو اسے گذشتہ رات اٹھا کر لے گئے تھے۔

”سردار۔۔۔!“ ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔ ”اس لڑکی نے تو ناک میں

دم کر رکھا ہے۔ صُبح سے کچھ نہیں کھایا اور شام کو دیوار سے اپنا سر ٹکرا کر زخمی ہو گئی۔"

لڑکی کا تذکرہ سن کر فریدی کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اچھا چلو۔۔۔! چل کر دیکھتا ہوں۔" فریدی نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دور چلتا رہا پھر اچانک چیخ مار کر گر پڑا۔ دونوں اس کی طرف لپکے۔ "کیا ہوا سردار۔۔۔" "!چلتے وقت پیر مُڑ گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ذرا پیر کھینچو۔۔۔ شاید کوئی رگ چڑھ گئی ہے۔"

"ایک نے اس کا پیر پکڑ کر دو تین جھٹکے دیئے۔۔۔ فریدی بدقت تمام کھڑا ہوا اور لنگڑا لنگڑا کر چلنے لگا۔

"ارے آگے چلو۔۔۔ بھئی تم کب تک میرے پیچھے رینگتے رہو گے۔" فریدی نے جھلّا کر کہا۔

”میرے خیال سے تو اس وقت آرام کیجئے، صُبح دیکھی جائے گی۔“ ایک نے جھلّا کر کہا۔

”فضول مت بکو۔“ فریدی نے کہا۔ ”چلو چل کر اسے دیکھیں کہیں وہ خود کُشی نہ کر بیٹھے کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔“

وہ دونوں آگے آگے چل رہے تھے اور فریدی ان کے پیچھے لنگڑاتا جا رہا تھا۔

ایک کمرے میں پہنچ کر دونوں نے فرش پر بچھی ہوئی قالین ہٹائی اور اس جگہ پر جڑے ہوئے تختے کو اٹھانے لگے۔ تختہ ہٹتے ہی ایک تہہ خانے کا راستہ نظر آیا۔۔۔ دونوں سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے اُترنے لگے۔ فریدی بھی آہستہ آہستہ کراہتا ہوا ان کا ساتھ دے رہا تھا۔ زینے طے کر کے وہ ایک بہت بڑے کمرے میں پہنچے، جہاں چاروں طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ دونوں میں ایک نے بڑھ کر ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں بجلی کا بلب روشن تھا۔ دونوں دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور پرنس عدنان

لنگڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ایک عورت زانوؤں میں سر دیے زمین پر بیٹھی تھی۔ اس نے آہٹ سن کر اپنا سر اٹھانے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ فریدی پھر دروازے کی طرف واپس لوٹا اور ان دونوں کو چلے جانے کا اشارہ کر کے پھر واپس آ گیا۔ اس نے آہستہ سے عورت کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ یہ غزالہ تھی۔ ”خبردار مجھے ہاتھ مت لگانا۔“ وہ بپھر کر بولی۔ ”اس کی پیشانی کے زخم پر خون جم گیا تھا۔ بال اُلجھے ہوئے۔۔۔ چہرہ ویران تھا۔ آنکھیں کسی خوفزدہ ہرنی کی آنکھوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔“

”یہ تم نے اپنا سر کیوں پھوڑ لیا۔“ فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”تجھ سے مطلب۔۔۔!“ وہ گرج کر بولی۔

”کھانا کیوں نہیں کھایا۔“

”میری خوشی۔“

”آخر اس طرح بگڑ کیوں رہی ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔۔۔میں بے کار باتیں نہیں کرنا چاہتی۔“

”اُف کیا تم نہیں جانتیں کہ میں تم سے کتنی محبّت کرتا ہوں۔“

”اچھا یہ کب سے۔“ غزالہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

”جس دِن سے تمہیں دیکھا ہے۔“

”اچھا تو کان کھول کر سُن لو۔۔۔اگر اب تم نے اس قسم کی گفتگو کی تو خود کُشی کر لوں گی یا تمہارا گلا گھونٹ دوں گی۔“

”حُسن غصّے میں بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے۔“

”دور ہو جاؤ۔۔۔یہاں سے کمینے کتّے کہیں کے۔“ وہ گرج کر بولی۔

”دیکھو۔۔۔میرا کہنا مان لو۔۔۔میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔“

”ایسی آزادی پر میں موت کو ترجیح دیتی ہوں۔“

”تمہارے اس خیال سے مجھے خوشی ہوئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں۔۔۔

تم بہت جلد رہا ہو جاؤ گی۔"

غزالہ حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگی۔ یہ چیز اس کی سمجھ سے باہر تھی کہ پرنس عدنان میں یک بیک تبدیلی کیسے ہو گئی۔

"میں عدنان نہیں فریدی ہوں۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔"عدنان میری قید میں ہے۔"

"اوہ تو اب تم یہ دوسری چال چل رہے ہو۔" غزالہ تلخ لہجے میں بولی۔"لیکن اتنا یاد رکھو کہ تم مجھ پر کسی طرح فتح نہیں پا سکتے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ اس نے اسے مختصر ساری داستان سُنا دی۔ وہ حیرت سے منہ کھولے سُن رہی تھی۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا کہ ان کم بختوں نے والد صاحب کو بھی اس سے مطلع کر دیا۔۔۔" غزالہ بولی۔

"مگر میں کس طرح یقین کر لوں کہ آپ پرنس عدنان نہیں ہیں۔" غزالہ بے

اعتباری سے بولی۔

"یہ لو وہ تصویریں جو میں نے پرنس عدنان سے حاصل کی ہیں۔" فریدی نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر غزالہ کی طرف بڑھا دیا۔

وہ لفافے سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگی۔

"اب لاؤ۔۔۔ میں انہیں جلا دوں۔" فریدی نے اس کے ہاتھ سے تصاویر لے کر جلا دیں۔ "کہو اب یقین آیا۔"

غزالہ نے سر ہلا دیا۔

"تو پھر مجھے یہاں سے چھٹکارا کب ملے گا۔" وہ بولی۔

"بہت جلد۔۔۔ ذرا وہ شخص قبضے میں آجائے، جو اس سارے گورکھ دھندے کا خالق ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ہاں یہ تو بتاؤ کہ تم اس دِن ہوٹل سے یک بیک غائب کس طرح ہو گئی تھیں۔"

”یہ بھی ایک عجیب و غریب داستان ہے۔ جیسے ہی غسل خانے سے نکلی مجھے والد صاحب دکھائی دیئے، میں پریشان ہو گئی۔ میں دراصل اُن سے یہ کہہ کر آئی تھی کہ میں خالہ جان کے یہاں دہلی جا رہی ہوں۔ انہوں نے وہاں میری موجودگی کا سبب پوچھا جس کا میں کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکی۔ انہوں نے مجھ سے واپس چلنے کے لیے کہا اور میں ان کے ساتھ ہو لی۔ باہر ٹیکسی کھڑی تھی۔ ہم دونوں اس پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے اپنے ایک دوست کے یہاں لیے جا رہے ہیں اور پھر مجھے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ میں اس قید خانے میں کس طرح پہنچی۔“

غزالہ خاموش ہو گئی۔

”اور یہی وجہ ہے کہ اب جلدی سے کسی بات پر یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا۔“ غزالہ بولی۔

”لیکن میری باتوں پر یقین نہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔“ فریدی نے

کہا۔ ”میں اپنا میک اپ بگاڑنا نہیں چاہتا، ورنہ ابھی اپنی اصلی صورت بھی دِکھا دیتا۔“

غزالہ بدستور خاموش رہی۔ سر سے زیادہ خون نکل جانے اور دِن بھر بھوکی رہنے کی بناء پر اسے نقّاہت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

”آؤ میں تمہارا زخم دھو کر پٹی باندھ دوں۔“ فریدی نے کہا۔

غزالہ کچھ نہیں بولی۔ فریدی نے اسٹول پر رکھا ہوا پانی کا جگ اٹھایا اور اپنا رومال تر کر کے زخم دھونے لگا۔ غزالہ آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ دو موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر بہہ گئے۔

”ارے۔۔۔ تو تم روتی کیوں ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں۔۔۔ تمہیں یہاں صرف دو ایک دِن اور رہنا پڑے گا۔“

غزالہ پھر بھی کچھ نہ بولی۔

”ٹھہرو۔۔۔ میں پٹیاں اور ٹنکچر آئیوڈین لیتا آؤں۔“ فریدی نے کہا اور کمرے

سے نکل آیا۔ ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ دفعتاً اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی انگریزی میں کچھ کہہ رہا ہو۔ وہ پلٹ پڑا۔۔۔ جس کمرے سے آواز آرہی تھی اس نے دروازے کے شیشوں سے جھانک کر دیکھا ایک شخص اس کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ فریدی نے دروازہ کھولنا چاہا مگر باہر سے تالا بند تھا۔ فریدی نے اتنا اندازہ ضرور لگالیا کہ وہ کوئی انگریز ہے۔

فریدی تہہ خانہ سے نکل کر ان دونوں آدمیوں کو تلاش کرنے لگا۔ دونوں ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے۔

فریدی کو دیکھتے ہی دونوں گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے فریدی غیر متوقع طور پر کمرے میں پہنچ گیا ہو۔

"آج جی بھر کے پیو میرے شیرو۔۔۔ آج میں بہت خوش ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن پہلے ذرا ایک کام کردو۔"

"کہئے۔۔۔!" ایک بولا۔

”فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔“ فریدی نے کہا۔ ”نمبر بارہ کی کنجی۔“

ان میں سے ایک باہر چلا گیا اور دوسرے نے ایک کنجی نکال کر فریدی کو دی۔ فریدی ایک کرسی پر بیٹھ کر گئے ہوئے آدمی کا انتظار کرنے لگا۔

چند منٹوں کے بعد وہ واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں مرہم پٹّی کا سامان رکھنے والا ایک بکس تھا۔ فریدی بکس لے کر تہہ خانہ کی طرف چلا گیا اور دونوں پھر بیٹھ کر شراب پینے لگے۔

فریدی نے غزالہ کی مرہم پٹّی کی اور دوسرے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

جیسے ہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اس کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی اور اس کا چہرہ مسرّت سے چمکنے لگا۔

اندر بیٹھا انگریز جیکسن تھا۔ وہ حد درجہ دُبلا اور کمزور نظر آرہا تھا۔

فریدی کو دیکھ کر اس نے نفرت سے منہ سکوڑ لیا۔

”تو میرا شبہ صحیح نکلا۔۔۔!“ فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

”کہئے مسٹر جیکسن کیسے مزاج ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”ٹھیک ہوں۔“ جیکسن نے مردہ دلی سے کہا۔

جیکسن اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ یہاں کس طرح آئے۔“ فریدی نے بے ساختہ پوچھا۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت پرنس عدنان کے بھیس میں تھا۔

”کیا مطلب۔۔۔!“ جیکسن نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”کیوں میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”میں فریدی ہوں۔“ فریدی نے جھک کر آہستہ سے کہا۔

”ارے۔۔۔!“ جیکسن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”جی ہاں۔“

”مگر تم۔۔۔ مگر تم۔۔۔“!

”جی ہاں۔۔۔ میں پرنس عدنان کے بھیس میں ہوں اور وہ میری قید میں ہے۔“

جیکسن بے اختیار فریدی سے لپٹ گیا۔

”میں سچ کہتا ہوں مسٹر فریدی کہ خدا کے بعد مجھے صرف تمہاری ذات سے اس کی اُمّید تھی۔“ جیکسن گلوگیر آواز میں بولا۔

”لیکن آپ یہاں کس طرح۔“ فریدی نے کہا۔

”ہسپتال سے رخصت ہونے میں کچھ ہی دِن باقی تھے کہ اچانک ایک دِن میں نے خود کو یہاں اس کوٹھڑی میں پایا اور اس کے علاوہ میں کچھ اور نہیں جانتا۔“

”آپ کچھ بتا سکتے ہیں کہ آپ کس کی قید میں ہیں۔“

”نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔“ جیکسن نے کہا۔

”آپ لیونارڈ کی قید میں ہیں۔“

”لیونارڈ۔۔۔!“ جیکسن اچھل کر بولا۔ ”وہ یہاں کہاں۔“

”وہ یہاں کے نوّابوں اور راجاؤں کو بلیک میل کرنے کے لیے یہاں آیا ہے اور آج کل آپ کا رول بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔“!

”وہ آپ کے بھیس میں محکمہ سُراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کے فرائض انجام دے رہا ہے۔“

جیکسن حیرت سے فریدی کا مُنہ تکنے لگا۔

”مسٹر فریدی اگر تم نے اُسے گرفتار کر لیا تو تم نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری برٹش امپائر کے بہت بڑے آدمی ہو گے۔“ جیکسن نے فریدی کا ہاتھ دباتے ہوئے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

”اچھا اب تھوڑی دیر ٹھہریئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اسی وقت آپ کو لے چلوں گا۔۔۔ اور آج ہی رات کو لیونارڈ کو گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ

معلوم نہیں کل کیا ہو۔ وہ انتہائی چالاک آدمی ہے۔"

فریدی تہہ خانے سے نکل کر سیدھا پرنس عدنان کی خواب گاہ میں گیا اور ٹرانسمیٹر کھول کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کہو کیا بات ہے۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

"سب ٹھیک ہے۔" فریدی بولا۔ "لڑکی کی دوسری تصویریں لے لی گئی ہیں۔۔۔ آج وہ دیوار سے سر ٹکرا کر کافی زخمی ہو گئی ہے۔"

"اِن سب باتوں کی پرواہ نہ کرو۔۔۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "یہ بتاؤ کسی اور نے بھی خط و کتابت کی یا نہیں۔"

"ابھی تک نہیں۔" فریدی بولا۔

"اچھا کل میں تمہیں ایک تدبیر بتاؤں گا۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "اور ہاں ایک نئی خوشخبری سنو۔۔۔ فریدی پاگل ہو گیا۔"

"واقعی۔۔۔!" فریدی چہک کر بولا۔

"ہاں۔۔۔ میری اسکیم کامیاب ہوگئی۔۔۔ اب یہاں تمہیں کسی سے خوف نہ کھانا چاہیے۔"

"یہ بہت اچھا ہوا۔" فریدی نے کہا۔

"کل رات کو ٹھیک نو بجے آپ کمرے میں موجود رہنا۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی اور پھر بند ہوگئی۔ فریدی ٹرانسمیٹر بند کر کے اس کمرے میں آیا جہاں دونوں شراب پی رہے تھے۔ وہ دونوں زمین پر اوندھے پڑے تھے اور قریب ہی تین چار خالی بوتلیں پڑی ہوئی تھیں۔

فریدی جیکسن اور غزالہ کو لے کر سیدھا کلکٹر کے بنگلے پر پہنچا رات کے تقریباً گیارہ بج گئے تھے۔ کلکٹر سو چکا تھا لیکن فریدی کے کہنے پر نوکروں نے اُسے جگا دیا۔

فریدی اور جیکسن کی داستان سُن کر کلکٹر اچھل پڑا۔

اسی وقت ایک گھنٹے کے اندر اندر مسٹر جیکسن کے بنگلے پر چھاپہ مارنے کا انتظام کیا گیا۔ لیونارڈ پر اچانک اس وقت پولیس ٹوٹ پڑی جب وہ جیکسن کے بھیس میں اس کی خواب گاہ میں پڑا خرّاٹے لے رہا تھا۔ اسی وقت فریدی سے پرنس عدنان کو بھی شراب خانے سے لائے جانے کا انتظام کیا۔ پھر دونوں حوالات میں بند کر دیئے گئے۔

فریدی نے اُسی رات کو نوّاب رشید الزّماں کو تار دِلوایا۔ دوسرے دِن صُبح وہ بھی پہنچ گئے۔ غزالہ شرمندگی کی وجہ سے سر نہیں اُٹھا رہی تھی۔ رشید الزّماں اُس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

”مگر جناب۔“ حمید فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اگر اُس دِن کہیں میں آپ کے پستول کی نذر ہو گیا ہوتا تو اس وقت آپ کی کامیابی پر تالیاں کون بجاتا۔“

”اچھا تو کیا آپ مجھے اتنا اناڑی نشانہ باز سمجھتے ہیں۔“ فریدی بولا۔

”لیکن میں آپ سے سچ کہتا ہوں، میں نے پاگل پن کا اتنا عمدہ مظاہرہ آج تک

نہیں دیکھا۔" حمید نے کہا۔

"ارے تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔"

"ذرا کان ادھر لائیے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

فریدی سر جھکا کر سُننے لگا۔

"غزالہ کے متعلّق کیا خیال ہے۔" حمید نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اور فریدی نے اس کی پیٹھ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔

ختم شُد